گرمیوں کے دن تھے اور ہم رات کے وقت باہر کھلی ہوا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حارث نے شراب کا ایک مٹکا منگوا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اُس کے اصرار سے تیز شراب کے چند گھونٹ پی لئے لیکن حارث بے تحاشا پی رہا تھا۔ نشے میں چور ہو کر وہ دیر تک مجھ سے بہکی بہکی باتیں کرتا رہا۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو رہا تھا میں اپنے بستر میں لیٹ گیا۔ آدھی رات کے قریب گہری نیند میں مجھے کچھ شور سنائی دیا میں نے بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا تو حارث وہاں نہ تھا۔ خیمے سے کسی عورت کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں اٹھ کر بھاگتا ہوا خیمے کی طرف گیا اور قریب پہنچ کر حارث کو آوازیں دینے لگا۔

حارث کی بیوی روتی اور اپنے سر کے بال نوچتی ہوئی باہر نکلی اور اُس نے کہا۔"وہ چلا گیا ہے، وہ میری بیٹی کو لے کر چلا گیا ہے۔ میں تمہیں لات اور عزیٰ کا واسطہ دیتی ہوں۔ میری بیٹی کو بچاؤ۔ یہ میری تیسری بچی ہے۔ آج خاندان کے کسی آدمی نے میری مدد نہیں کی۔ وہ سب جانتے تھے کہ حارث اُسے زندہ زمین میں گاڑنے کو لے جا رہا ہے لیکن کوئی میری چیخیں سن کر اپنے گھر سے باہر نہیں آیا۔"

میں نے اس سے پوچھا حارث کس طرف گیا ہے؟ اور اُس نے ایک سمت اشارہ کر دیا۔ میں کچھ کہے بغیر اُس طرف بھاگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے بستی سے کچھ دور ایک بچے کے بلکنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑتا ہوا اس طرف گیا۔ حارث اپنی بیٹی کو زمین پر لٹا کر گڑھا کھود رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور برہم ہو کر بولا۔"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔"حارث! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے کہا۔"قبر کھودنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس لڑکی کا گلا گھونٹ دو! اس کی چیخیں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔"

میں نے کہا۔"اس وقت تم شراب کے نشے میں ہو جب یہ نشہ اُتر جائے گا تو ان چیخوں کا تصور تمہیں اور زیادہ پریشان کرے گا۔"

اُس نے جواب دیا۔"تم مجھے ورغلانے کی کوشش نہ کرو۔ میں اپنا عہد پورا کروں گا۔"

حارث دوبارہ گڑھا کھودنے میں مصروف ہو گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

اُس نے غضب ناک ہو کر مجھے پیچھے دھکیل دیا اور چلایا۔"تم مجھے بے غیرت بنانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔"حارث! عزیٰ کو تمہاری بیٹی کی جان لینا منظور نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اگر تم اِس کا باپ کہلانا پسند نہیں کرتے تو اسے میرے حوالے کر دو، میری بیوی اسے اپنی بیٹی کی طرح پالے گی۔ میں کسی پر یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ یہ تمہاری بیٹی ہے۔ اور کوئی تمہیں طعنہ نہ دے گا۔"

حارث غضب ناک ہو کر چلایا۔"نہیں، نہیں، یہ نہیں ہو سکتا!" اور پھر اُس نے اچانک آگے بڑھ کر لڑکی پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُس کا راستہ روک لیا اور ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ وہ نشے میں تھا اس لئے میں نے جلد ہی اُس پر قابو پا لیا۔ یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ ہماری کشتی کے دوران میں لڑکی روتے روتے اچانک خاموش ہو گئی۔ میں نے دیر تک حارث کو دبوچے رکھا اور اطمینان سے اُس کی بدکلامی سنتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کا جوش ٹھنڈا پڑنے لگا۔ بالآخر اُس نے کہا۔"عدی! میرے قبیلے کے کسی آدمی کو میرے سامنے آنے کی جرأت نہ تھی۔ لیکن تم میرے مہمان ہو۔"

میں نے کہا۔"میں تمہارا دوست ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم نشے میں نہ ہوتے تو ہمارے درمیان ہاتھا پائی کی نوبت نہ آتی۔ تم نہیں جانتے کہ تم اِس وقت کیا کر رہے ہو۔"

وہ بولا۔"مجھے چھوڑ دو۔"

میں نے جواب دیا۔"لیکن پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معصوم بچی پر ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے۔"

اُس نے کہا۔"اگر میں یہ وعدہ نہ کروں تو؟"

میں نے جواب دیا۔"تو میں عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اسی طرح تمہارے سینے پر بیٹھا رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ صبح تمہارے قبیلے کے آدمی یہاں جمع ہو جائیں گے لیکن مجھے اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

اُس نے کہا۔"تم اِس لڑکی کو بچانے کی کوشش میں میرے قبیلے کے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونا پسند کرو گے؟"

میں نے جواب دیا۔"ہاں میں اِس لڑکی کو بچانے کی قسم کھا چکا ہوں۔"

حارث کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔"کیا یہ ہو سکتا ہے کہ عزیٰ نے اِس لڑکی کو بچانے کے لئے تمہیں یہاں بھیج دیا ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ عزیٰ کو اس کی جان لینا منظور نہیں۔"

وہ بولا۔ "لوگ مجھے بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ دیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔ "کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ لڑکی زندہ ہے۔ میں ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

آہنی عزم کا مالک ہونے کے باوجود حارث ایک انسان تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے طرزِ عمل میں ایک غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی اُس نے کہا۔ "اگر میں اس لڑکی کو تمہارے ساتھ بھیج دوں تو تمہارے گھر میں اِس کی حیثیت کیا ہوگی؟"

میں نے جواب دیا۔ "میں اسے ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھوں گا اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میری بچی مرچکی ہے، میں جب اپنی بیوی کو اُس کے میکے سے اپنے گھر لے جاؤں گا تو ہم اپنے قریبی عزیزوں کو بھی یہ شبہ نہ ہونے دیں گے کہ ہم کسی اور کی لڑکی اٹھا لائے ہیں۔"

کچھ دیر جھگڑنے کے بعد اُس نے ہار مان لی اور میں نے اُسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تم گھر جا کر میرا گھوڑا لے آؤ، میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔"

جب وہ اٹھ کر جانے لگا۔ تو میں نے کہا۔ "اگر تم اپنی بیوی کو یہ بتا سکو کہ اُس کی بیٹی زندہ ہے تو اچھی بات ہوگی۔"

وہ جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ جب وہ میرا گھوڑا لے کر آیا تو اُس کی بیوی اُس کے ساتھ تھی۔ اُس نے کہا۔ "اسے میری باتوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں اسے ساتھ لے آیا ہوں۔"

حارث کی بیوی اپنی بیٹی سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے کے باوجود اِس بات پر مطمئن تھی کہ اُس کی جان بچ گئی ہے اُس نے آگے بڑھ کر میری طرف احسان مندانہ نگاہوں سے دیکھا اور لڑکی کو میرے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں اِسے دودھ پلا دوں یہ بھوکی ہوگی۔"

وہ لڑکی کو ایک طرف لے کر بیٹھ گئی۔ دودھ پلانے کے بعد وہ اٹھی اور لڑکی کو بار بار سینے سے لگانے اور چومنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگی۔ جب میں گھوڑے پر سوار ہو گیا تو اُس نے روتے ہوئے لڑکی کو میرے حوالے کر دیا۔ حارث نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ تمہارا یہ رویّہ کہاں تک درست ہے۔ لیکن میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ کاش تم اُس وقت آتے جب میں اپنی پہلی لڑکی کو دفن کر رہا تھا۔" لڑکی اپنے ہاتھ سے اُس کی ڈاڑھی پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ حارث نے بے اختیاری کی حالت میں اُس کا ننھا سا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے

لگا لیا۔ پھر اُس نے اچانک اُسے میری گود سے اٹھا کر اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اُس کا سر اور مُنہ چومنے کے بعد دوبارہ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "عدی! میں نے اِسے اِس لئے پیار کیا ہے کہ اب یہ تمہاری بیٹی ہے۔ جاؤ!"

میں وہاں سے تھوڑی دور گیا تھا کہ پیچھے سے اُس کی ماں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ "ٹھہریئے! ٹھہریئے!" میں نے گھوڑا روک لیا وہ بھاگ کر میرے قریب آگئی اور کہنے لگی۔ "میں نے آپ کو اِس کا نام نہیں بتایا۔ اِس کا نام سمیرا ہے۔"

عدی یہاں پہنچ کر خاموش ہو گیا اور بغور عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔

عاصم نے کہا۔ "سمیرا نے اِس کے بعد اپنے والدین کو نہیں دیکھا؟"

عدی نے جواب دیا۔ "نہیں! تین سال کے بعد عکاظ کے میلے میں اُس کے خاندان کے چند آدمی ملے تھے اُن کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ حارث اُس سال ایک لڑائی میں قتل ہو گیا اور چند ماہ بعد اُس کی بیوی بھی وفات پا گئی۔"

"سمیرا کو معلوم ہے کہ وہ آپ کی بیٹی نہیں؟"

"نہیں! اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اُسے بتا دوں تو بھی وہ یقین نہیں کرے گی۔ میرے دل میں اُس کی محبت ایک باپ کی محبت سے کسی طرح کم نہیں۔ سمیرا پانچ سال کی تھی کہ میری بیوی فوت ہو گئی، اُس نے مرتے وقت مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں سمیرا کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ آج سمیرا کے آنسو میرے لئے ناقابلِ برداشت تھے اور یہی وجہ تھی کہ میں نے تمہیں یہ قصہ سنانا ضروری سمجھا۔ اب تمہیں اپنے اور اُس کے مستقبل کا فیصلہ کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ وہ تمہارے دشمن کی بیٹی ہے۔ بلکہ یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ ایک یتیم اور بے بس لڑکی ہے اور تم اُس کا دل توڑ کر میرے خاندان کی عزت اور وقار میں کوئی اضافہ نہیں کر سکو گے آج جب میں اُس کی سسکیاں سُن رہا تھا تو مجھے وہ وقت یاد آرہا تھا جب حارث اُسے زندہ دفن کرنے کے لئے گڑھا کھود رہا تھا، وہ قریب پڑی بلک رہی تھی اور میری انسانیت نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں اُسے حارث سے چھین لوں۔ آج میری انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے تمہارے حوالے کر دوں اور یہ نہ سوچوں کہ میرے دوست اور دشمن کیا کہیں گے۔ حارث کے نزدیک ایک بیٹی کا باپ کہلانا بے غیرتی اور بے عزتی کے مترادف تھا اس لئے وہ سمیرا کو زندہ دفن کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب میں نے اُس کے دل میں پدرانہ شفقت کے ایک دبے ہوئے شعور کو بیدار کیا تو اُس نے اپنے سابقہ عقیدے سے انحراف کر کے سمیرا کو میرے حوالے کر دیا۔ اور اب تمہارے طرزِ عمل نے میرے سابقہ عقیدے بدل دیئے ہیں۔

جب تک تم نے عمیر کی جان نہیں بچائی تھی، میں یہی سمجھتا تھا کہ تمہارے قبیلے کے ساتھ لڑنا میری زندگی کی سب سے بڑی راحت ہے۔ تم نے میرے دل میں ایک ایسے احساس کو بیدار کیا ہے جو برسوں سے مرچکا تھا۔ تم نے مجھ سے انتقام لینے اور دشمن کا خون بہانے کی لذت چھین لی ہے لیکن مجھے اِس کا افسوس نہیں۔ عاصم تمہیں میری وجہ سے سمیرا سے منہ پھیر کر بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ میں آج اور اِسی وقت سمیرا کو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار ہوں۔"

عاصم کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ تشکر اور احسانمندی کے آنسو، اُس نے کہا۔"میں آپ کا شکرگزار ہوں، لیکن جب آپ سمیرا کو اپنے ساتھ لائے تھے تو آپ کو یہ اطمینان تھا کہ آپ اُسے خوش رکھ سکیں گے۔ آپ کو اس بات کی تسلی تھی کہ آپ کے گھر میں اُسے کوئی نفرت یا حقارت سے نہیں دیکھے گا۔ لیکن میرا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ میں اُسے آلام و مصائب کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔"

عدی نے کہا۔"ایک اچھائی دوسری اچھائیوں کے لئے راستہ کھول سکتی ہے۔ تم نے ایک اچھی ابتدا کی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یثرب کی فضا پرامن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اور تھوڑے دنوں میں یہاں کے حالات بالکل بدل جائیں، اس لئے تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں —— میں عرب کے مستقبل کے متعلق بہت پُرامید ہوں۔ تم نے سنا ہوگا کہ مکہ میں ایک نئے دین کا چرچا ہو رہا ہے۔ اِس دین کا بانی لوگوں کو اخوت و مساوات کا درس دے رہا ہے۔ اور جو لوگ اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نسلوں اور قبیلوں کی حدود پھاند کر آپس میں دوست اور بھائی بن جاتے ہیں۔ میں نے سنا ہے اُن میں غلام اور آقا کا امتیاز بھی مٹ جاتا ہے۔ قبیلۂ قریش کے چند انتہائی معزز لوگ مکہ کے نبیؐ کی صداقت پر ایمان لا چکے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اِس نئے دین کی بدولت پورے عرب کی ذہنی کایا پلٹ ہو جائے اور ہمارے پرانے طور طریقے بدل جائیں۔ اگر حجاز میں اس دین کے قدم جم گئے تو یثرب بہت جلد اس سے متاثر ہوگا۔ ہمیں اندھیری رات میں بھٹکنے کی بجائے اپنے گھر بیٹھ کر صبح کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

عاصم نے کہا۔"میں بھی کچھ عرصے سے اس دین کے متعلق سن رہا ہوں، لیکن مجھے اُمید نہیں کہ اہلِ عرب کی جبلت بدل جائے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت اُن کی سرشت میں ہے۔ جس دن انہیں اِس بات کا احساس ہوگیا کہ اُن کی قبائلی عصبیتیں مٹ رہی ہیں، وہ اِس دین کے حامیوں کے خلاف تلواریں سونت کر میدان میں آجائیں گے۔ یہاں خاندانوں اور قبیلوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا جاسکتا ہے، متحد نہیں کیا جاسکتا۔ عمیر سے ہمدردی

کرنا میرا ایک اضطراری فعل تھا لیکن میرے قبیلے کے لوگ یہاں تک کہ میرے قریبی رشتہ دار بھی اسے برداشت نہ کرسکے۔ پھر آپ یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ قبائلِ عرب کے درمیان جو آگ صدیوں سے سلگ رہی ہے وہ اِس دین کی بدولت بجھ جائے گی۔ میں نے تو یہ سنا ہے کہ قریش نے اِس دین کے حامیوں کا مکہ کی فضا میں سانس لینا بھی مشکل کردیا ہے۔ بہرحال اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ میں یہاں سے نہ جاؤں تو میں آپ کا حکم ماننے کو تیار ہوں۔"

عدی نے کہا۔"تم مجھے کچھ دن سوچنے کا موقع دو، ممکن ہے میں تمہاری مشکلات کا کوئی حل نکال سکوں۔ اگر میں نے دیکھا کہ تمہارا گھر میں رہنا ناممکن ہے تو عرب ایک وسیع ملک ہے۔ ممکن ہے میں تم دونوں کے لئے گوشۂ عافیت تلاش کرسکوں۔ اب تم جاکر آرام کرو اور آئندہ جب چاہو سیدھے راستے میرے گھر آسکتے ہو۔ تاہم ابھی لوگوں کی نگاہوں سے بچنا ضروری ہے۔ اگر مجھے ضرورت پڑی تو میں کسی نہ کسی طرح پیغام بھیج دوں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ عدی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور عاصم گرمجوشی سے مصافحہ کرکے وہاں سے چل دیا۔

عدی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا، اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ سمیرا صحن کے دروازے سے لگی کھڑی تھی لیکن عدی کو دیکھ کر اُس نے بھاگنے کی بجائے بے اختیار رونا شروع کردیا۔ عدی نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سمیرا! چلو اب تمہیں رونے کی ضرورت نہیں۔"

"ابا جان!" اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا۔"آپ نے اُسے یہ کیوں بتایا کہ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں؟"

عدی نے جواب دیا۔"سمیرا! میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ تم پر یہ راز ظاہر کردوں لیکن حوصلہ نہ ہوا۔ آج عاصم پر یہ باتیں ظاہر کرنا ضروری تھا۔"

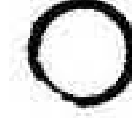
"مجھے معلوم ہے۔ آپ نے اُس پر یہ باتیں اِس لئے ظاہر کی ہیں کہ اگر میں آپ کی بیٹی ہوتی تو آج آپ کو شرمسار ہونا پڑتا۔ آپ میرا گلا گھونٹ ڈالتے۔"

"تم پگلی ہو۔ جاؤ آرام کرو۔"

"لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں۔ یہ ناممکن ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہ میں عمیر اور [illegible] کی بہن نہ ہوں۔"

"تم نعمان کی ماں کا دودھ پی چکی ہو، سمیرا! اور تمہیں یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ تم میری بیٹی کے سوا، کوئی اور ہو ——— چلو!"

سمیرا اپنے آنسو پونچھتی ہوئی عدی کے ساتھ چل پڑی۔



عاصم، عدی سے رخصت ہو کر باغ سے نکل رہا تھا کہ اچانک اُسے سامنے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک آدمی بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ عاصم جلدی سے پلٹ کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ باغ کے نزدیک پہنچ کر بھاگنے والے کی رفتار کم ہو چکی تھی اور وہ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔ پھر عاصم کو ایک اور آدمی نظر آیا جو پوری رفتار سے پہلے آدمی کا پیچھا کر رہا تھا۔ پہلا آدمی باغ کے اندر داخل ہو کر، عاصم کے بالکل قریب، ایک درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ پیچھے آنے والا باغ سے تھوڑی دور کے فاصلے پر رکا اور چند ثانیئے توقف کے بعد اُسی طرح بھاگتا ہوا واپس چلا گیا۔ جو آدمی عاصم کے قریب کھڑا تھا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

عاصم اُس کی نظروں سے بچنے کے لئے، سمٹا ہوا، درخت سے لگا کھڑا تھا اور اُس کے دماغ میں اِس قسم کے سوالات آ رہے تھے۔ "یہ کون ہے؟ اس کا پیچھا کرنے والا کون تھا؟ یہ اس طرف کیوں آیا ہے؟ اگر یہ عدی کا نوکر ہے تو یہاں کیوں کھڑا ہے؟ اگر پیچھا کرنے والا اِس کا دشمن تھا تو اس نے یہاں پہنچ کر کسی کو آواز کیوں نہیں دی؟"

درختوں کے سائے میں عاصم اُسے اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ لیکن جب وہ اپنا سانس درست کرنے کے بعد باغ سے نکلنے لگا تو اُس نے دیکھا کہ بھاگنے والے کا نصف چہرہ ڈھاٹے میں چھپا ہوا ہے۔ عاصم کو شبہ ہوا اور اُس نے اچانک جست لگا کر اجنبی کی گردن دبوچ لی۔

اجنبی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ایک ثانیہ کے بعد اُس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن عاصم کی آہنی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ عاصم اُسے دھکیلتا ہوا باغ سے باہر لے آیا۔

"تم کون ہو؟" اُس نے پوچھا۔

اجنبی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بولتے کیوں نہیں؟"

اجنبی کچھ دیر، سکتے کے عالم میں، عاصم کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اچانک چلایا۔ "میں بے قصور ہوں مجھے چھوڑ دو"

عاصم نے اُس کے چہرے کا نقاب نوچ کر پھینک دیا۔ اور کچھ دیر بدحواسی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے پوچھا "تم شمعون کے غلام ہو۔ بتاؤ تم اِس وقت یہاں کیوں آئے ہو؟ اور تمہارے پیچھے یہ کون تھا؟"

وہ دوبارہ چلایا۔ "میں بے قصور ہوں۔ وہ کوئی ڈاکو تھا۔ اور میرا پیچھا کر رہا تھا۔"

"ڈاکو رات کے وقت غلاموں کے پیچھے نہیں دوڑا کرتے بتاؤ! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم چوری کر کے بھاگ رہے تھے۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس طرف کیوں آئے ہو؟"

شمعون کے غلام نے کہا۔ "خوف کی وجہ سے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں۔"

"کیا تم نے شمعون کے ہاں چوری کی ہے اور اُس کے نوکر تمہارا پیچھا کر رہے تھے؟"

غلام نے قدرے پرامید ہو کر کہا۔ "جناب! آپ یہ کیوں پوچھتے ہیں؟ میں نے آپ کا تو کوئی قصور نہیں کیا۔ اگر میں نے شمعون کے ہاں چوری کی ہے تو وہ آپ کا دشمن ہے۔"

عاصم نے اُسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا! یہ بتاؤ تم نے کیا چرایا ہے؟"

"جناب ...... میں نے اُس کی بیوی کے زیور چرائے ہیں۔ لیکن اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔"

عاصم، عمیر سے اس غلام اور شمعون کی بیوی کے تعلقات کے متعلق سُن چکا تھا اس لئے اُس نے مزید سوالات کی ضرورت محسوس نہ کی اور غلام کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "بھاگ جاؤ!"

غلام گرتے گرتے سنبھل کر ایک طرف چل دیا۔ اور عاصم نے اپنے گھر کا رُخ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک یہودی کے نخلستان کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اُسے چند بھاگتے ہوئے آدمیوں کی آہٹ سنائی دی۔ اُسے خیال آیا کہ شمعون کے آدمی چوری کرنے والے غلام کو تلاش کر رہے ہیں۔ عاصم نے رات کے تیسرے پہر کسی اور کے سامنے آنا مناسب نہ سمجھا اور وہ راستہ چھوڑ کر باغ کے اندر چھپ گیا۔ جب بھاگنے والے آگے نکل گئے تو وہ باغ سے نکلا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

اپنے گھر سے کچھ دور عاصم کو مردوں اور عورتوں کی چیخ پکار سنائی دی۔ اور اُس نے دیکھا کہ مکان کے ایک کونے سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ وہ چند ثانیئے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا اور پھر بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا مکان کے صحن میں داخل ہوا۔ وہاں مردوں اور عورتوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ باہر کی دیوار سے ملحق ایک چھپر قریباً جل چکا تھا۔ ملبے کے ڈھیر سے کہیں کہیں شعلے اٹھ رہے تھے اور چند آدمی وہاں پانی ڈال رہے تھے۔

"کیا ہوا؟ یہ آگ کیسے لگی؟" عاصم نے ایک آدمی کو پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

اُس نے جواب دیا۔"مجھے معلوم نہیں! میں ابھی آیا ہوں۔"

عاصم نے اُسے چھوڑ کر دوسرے آدمی کو اپنی طرف متوجہ کیا، لیکن وہ بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر حقارت آمیز لہجے میں کہا۔"تم اپنے چچا سے کیوں نہیں پوچھتے وہ زخمی ہونے کے بعد چیخ چیخ کر تمہیں بلا رہا تھا۔"

یہ منذر تھا۔ عاصم اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ ہبیرہ اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔

سعاد، اُس کی ماں، سالم اور چند قریبی رشتہ دار اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ ہبیرہ کے سینے اور سعاد کے بازو پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

"چچا کیا ہوا؟" عاصم نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

ہبیرہ نے جواب دینے کی بجائے عاصم کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سعاد اور اُس کی ماں جو سسکیاں لے رہی تھیں، عاصم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"تم کہاں تھے؟" قبیلے کی ایک معمر عورت نے عاصم سے سوال کیا۔

لیکن عاصم اُسے جواب دینے کی بجائے سعاد کی طرف متوجہ ہوا۔"سعاد تم بھی زخمی ہو۔ بتاؤ! کیا ہوا!"

سعاد نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔"کچھ نہیں! بھائی جان! میرا زخم معمولی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں زندہ ہوں کاش! دشمن کا تیر میرے دل پر لگتا۔"

منذر نے آگے بڑھ کر کہا۔"بیٹی! ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہارے عم زاد کا دل بہت نرم ہے۔"

عاصم نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اچانک اُس کی نگاہ اپنے ایک نوکر پر پڑی اور اُس نے چلا کر پوچھا۔"تم کیوں خاموش ہو مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ ہمارے گھر پر کس نے حملہ کیا ہے۔"

اُس نے جواب دیا۔"جناب! ہم جانوروں کا شور سن کر بیدار ہوئے تو اصطبل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ ہم نے پانچ بکریوں کے سوا باقی تمام جانور نکال لئے لیکن آگ پر قابو پانا مشکل تھا۔ آپ کے چچا باہر نکلے تو دیوار کے اوپر سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور یہ زخمی ہو گئے۔ اِس کے بعد سعاد اور سالم آگے بڑھے۔ سالم بچ گیا لیکن سعاد زخمی ہو گئی۔ پھر حملہ آور جنہوں نے دیوار پر چڑھ کر تیر چلائے تھے دوسری طرف کود کر بھاگ گئے۔ ہم نے ان کا پیچھا کیا تو وہ ہمارے باغ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ صرف ایک آدمی پیدل تھا۔ ہم نے دُور تک اُس کا تعاقب کیا لیکن اُس کی رفتار ہم سے تیز تھی۔ عباد نے ہمیں حکم دیا کہ تم گھر جا کر زخمیوں کی دیکھ بھال کرو، میں اِس کا پیچھا کرتا ہوں، چنانچہ ہم واپس آگئے۔"

"تم اُن میں سے کسی کو پہچان نہیں سکے؟"

"نہیں! انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے۔"

"اور وہ آدمی جو پیدل تھا اُس کے چہرے پر بھی نقاب تھا۔"

"ہاں ——!"

عاصم نے کہا۔"چچا جان! میں آپ کا انتقام لوں گا۔ آپ کا زخم زیادہ گہرا تو نہیں۔"

ہبیرہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور زخم کی تکلیف کے باوجود اُس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ اُس نے کہا۔"نہیں! ...نے اپنے ہاتھ سے تیر نکال کر پھینک دیا تھا۔ ہمارے دشمنوں کو کمان پکڑنی بھی تو نہیں آتی۔"

سعاد نے کہا۔"اخی! دشمن اب میرے خون کے چند قطرے بھی گرا چکا ہے۔ اور میرے لئے یہ بات ناقابلِ ...ست تھی کہ میرا انتقام آپ کے سوا کوئی اور لے۔"

"تم اطمینان رکھو سعاد! انہیں تمہارا خون بہت مہنگا پڑے گا۔" عاصم یہ کہہ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اپنے

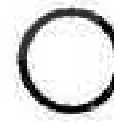
غلام کو آوازیں دینے لگا۔ ”عباد! عباد!“

ہبیرہ نے جواب دیا۔ ”عباد یہاں نہیں ہے۔ وہ واپس آتے ہی قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ سالم، اور منذر کے بیٹے بھی اُس کے ساتھ گئے ہیں۔“

”کہاں گئے ہیں؟“ عاصم نے بے چین ہو کر سوال کیا۔

منذر نے جواب دیا۔ ”وہ حملہ کرنے والوں کا سراغ لینے گئے ہیں۔ عباد اُن کا گھر دیکھ کر واپس آیا تھا۔ اور اگر انتقام کے متعلق تمہارا ارادہ تبدیل نہیں ہو گیا تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں عباد بھاگنے والے دشمن کا پیچھا کرتا ہوا جس گھر تک پہنچا تھا وہ عدی کا گھر تھا۔“

ایک ثانیہ کے لئے عاصم کے خون کا ہر قطرہ منجمد ہو کر رہ گیا۔ پھر اچانک اُس کے دِل کی حرکت تیز ہونے لگی۔ وہ بھاگ کر کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں سے گھوڑے کی لگام اٹھائی۔ باہر نکلا اور آن کی آن میں ہجوم کو چیرتا ہوا صحن کے اُس کونے میں پہنچ گیا جہاں دوسرے جانوروں کے ساتھ اُس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ پھر جب گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی تو ہبیرہ نے غرور سے اپنا سر بلند کرتے ہوئے منذر کی طرف دیکھا اور کہا۔ ”دیکھ لیا تم نے میرے بھائی کے بیٹے کو؟“



جس وقت عاصم اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر عدی کے مکان کا رخ کر رہا تھا، شمعون انتہائی بے چینی کی حالت میں اپنے کمرے کے اندر ٹہل رہا تھا اور اُس کا غلام سہمی ہوئی نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شمعون اچانک رُک کر اُس کی طرف متوجہ ہوا۔ ”تمہیں یقین ہے کہ وہ عاصم تھا۔؟“

”جی ہاں! میں نے اُسے چاند کی روشنی میں اچھی طرح دیکھا تھا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ عدی کے باغ میں کیا کر رہا تھا۔“

شمعون نے جھنجھلا کر کہا۔ ”وہ عدی کے باغ میں کھجوریں چرانے نہیں گیا تھا، بیوقوف! وہ اپنے چچا کے اصرار پر اُسے قتل کرنے گیا ہو گا۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ آگ خود بخود بھڑک اٹھے گی اور مجھے پھونکیں مارنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم نے میرے لئے ایک ایسی مصیبت کھڑی کر دی ہے جس سے نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔“

”جناب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی تعاقب کرے تو میں اُسے عدی کے باغ تک ضرور لے جاؤں۔“

”لیکن بدمعاش! تم یہ کہتے تھے کہ یثرب میں تم سے زیادہ تیز بھاگنے والا کوئی نہیں۔ پھر اُس نے تمہیں کیسے پکڑ لیا۔؟“

”جناب! میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میرا پیچھا کرنے والا آدمی میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے کئی بار اِس خیال سے اپنی رفتار کم کی تھی کہ وہ کہیں مایوس ہو کر میرا پیچھا کرنا نہ چھوڑ دے لیکن عدی کے باغ میں پہنچ کر مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ عاصم میرے قریب چھپا ہوا ہے اور وہ اچانک میری گردن دبوچ لے گا۔“

شمعون نے کچھ دیر سوچنے کے بعد سوال کیا۔ ”عاصم نے تمہیں پہچان لیا تھا؟“

”جی ہاں اُس نے میرے چہرے سے نقاب نوچتے ہی یہ کہا تھا کہ تم شمعون کے غلام ہو۔“

”پھر اُس نے تمہیں چھوڑ دیا۔“

”جی ہاں ——۔“

”تم بکتے ہو۔ اُس نے یقیناً تم سے یہ پوچھا ہو گا کہ تم اِس وقت عدی کے باغ میں کیوں آئے ہو۔ سچ کہو ورنہ میں تمہاری کھال اُدھیڑ دوں گا۔“

”جی ہاں! اُس نے پوچھا تھا۔“

”پھر تم نے کیا جواب دیا۔“

”جناب! میں نے یہ بہانہ کیا تھا کہ میں ڈاکوؤں کے خوف سے بھاگ رہا ہوں۔ لیکن اُس نے کہا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے اپنے آقا کے ہاں چوری کی ہے اور اُس کے نوکر تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور میں نے اپنی جان چھڑانے کے لئے اُس کا یہ الزام تسلیم کر لیا۔“

شمعون قدرے مطمئن ہو کر بولا۔ ”تم نے اپنی ساری زندگی میں یہی ایک عقل کی بات کی ہے۔ اور کل تمہیں

لوگوں کے سامنے چوری کرنے کے الزام میں کوڑے کھانے پڑیں گے۔ تاکہ جو لوگ عاصم سے یہ واقعہ سنیں وہ مطمئن ہو جائیں۔ لیکن میرے لئے عاصم سے جان چھڑانا مشکل ہوگا۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔"

"جناب! میں اُسے چند دن کے اندر اندر قتل کر دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن کوڑے کھانے کے بعد میرا انعام کیا ہوگا؟"

شمعون نے کہا "تمہارا انعام یہ ہوگا کہ کوڑے لگانے والے کو ہدایت کر دی جائے گی کہ وہ بہت زیادہ فرض شناسی سے کام نہ لے ورنہ تم کسی نرمی کے مستحق نہیں ہو۔ اگر تم ایک کارآمد جانور نہ ہوتے تو میں تمہارے دونوں ہاتھ کٹوا ڈالتا۔"

غلام نے کہا "جناب! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہبیرہ کے خاندان کے آدمی اب تک عدی کے مکان پر حملہ کر چکے ہوں گے اور صبح تک اوس و خزرج ایک فیصلہ کن معرکے کے لئے میدان میں نکل آئیں گے۔ پھر شاید آپ کو مجھے کوڑے لگانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے۔ ابھی تک اوس و خزرج میں سے کسی نے ایک دوسرے کے گھر پر حملہ نہیں کیا تھا۔ کل اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم ہوگا کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہ ہوں گے۔ ہم نے جو آگ لگائی ہے اُسے بجھانا عاصم یا عدی جیسے لوگوں کے بس کی بات نہ ہوگی۔"

باب (۱۰)

عدی صحن میں بھاگتے ہوئے گھوڑے کی آہٹ سن کر گہری نیند سے بیدار ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ساتھ ہی دوسرے بستر پر عتبہ سو رہا تھا۔ عدی نے اُس کا بازو جھنجوڑ کر جگایا اور کہا "بیٹا! معلوم ہوتا ہے کوئی گھوڑا کھل گیا ہے۔"

عتبہ نے اٹھ کر کہا "میں دیکھتا ہوں، ابا جان!"

"لیکن بیٹا! خالی ہاتھ مت جاؤ ہو سکتا ہے کہ باہر کوئی چور ہو۔"

عتبہ نے اپنے سرہانے کی کھونٹی میں لٹکی ہوئی تلوار اتاری اور دروازے کی طرف بڑھا۔

پاس ہی نعمان کی آواز سنائی دی "کیا ہے ابا جان؟"

"کچھ نہیں شاید کوئی گھوڑا کھل گیا ہے۔"

عتبہ نے آہستہ سے کنڈی کھولی اور کواڑ کا ایک پٹ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ ایک گھوڑا بدحواسی کی حالت میں ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ اور عتبہ کے لئے یہ ایک عجیب سی بات تھی۔ اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بھاری چیز صحن میں گری ہے۔ عتبہ باہر نکلا اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد گھوڑے کو پچکارتا ہوا آگے بڑھا۔ گھوڑا رک گیا۔ اُس کے گلے میں اُس کے رسے کا کچھ حصّہ لٹک رہا تھا۔ عتبہ نے اُسے پکڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسّا ٹوٹا نہیں بلکہ کسی تیز چیز سے کاٹا گیا ہے۔ پھر اچانک اُس نے دیکھا کہ گھوڑے کی پچھلی ران میں ایک تیر پیوست ہے اور اُس کی حیرانی اضطراب میں تبدیل ہونے لگی۔ اُس نے جلدی سے تیر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور گھبراہٹ کے عالم میں سب کو آوازیں دینے لگا۔ اصطبل کی طرف سے، دوسرے گھوڑے کی ہنہناہٹ کے سوا، کوئی جواب نہ آیا تو وہ

گھوڑے کو لے کر آگے بڑھا لیکن چند قدم چلنے کے بعد دوبارہ رُک کر نوکروں کو آوازیں دینے لگا۔ اچانک ایک تیر اُس کے بائیں بازو پر آکر لگا اور وہ چیخ مار کر، صحن کے کونے میں، کھجور کے درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر یکے بعد دیگرے دو تیر آئے ایک اُس کے کندھے میں پیوست ہو گیا اور دوسرا اُس کی گردن کو چھوتا ہُوا نکل گیا۔ وہ ڈاگمگاتا ہُوا ایک طرف ہٹا تو اصطبل کی طرف سے پانچ چھ مسلّح آدمی نمودار ہوئے۔ عتبہ نے مڑ کر مکان کے دروازے کا رُخ کیا، لیکن پانچ اور آدمی درختوں والے کونے سے آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک رہے تھے۔ اب خوف کی جگہ اُس کا مدافعانہ شعور بیدار ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے اُلٹے پاؤں، پیچھے ہٹ کر مکان کے آخری کمرے کی دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ یہ سمیرا کا کمرہ تھا اور اس کی ایک چھوٹی کھڑکی صحن میں کھلتی تھی۔ حملہ آوروں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے اور اُن کی دونوں ٹولیاں عتبہ کے دائیں بائیں چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھیں۔

اچانک عدی، عمیر اور نعمان مکان سے باہر نکلے اور عتبہ کے بائیں جانب کے حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔ عمیر کے پہلے وار سے ایک آدمی زخمی ہو کر گر پڑا اور باقی الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے۔ عدی اور نعمان عتبہ کے قریب پہنچ گئے لیکن عمیر دشمن کو پیچھے ہٹاتا ہُوا صحن کی دیوار کے قریب جا چکا تھا۔

عتبہ چلایا "عمیر! عمیر! پیچھے آ جاؤ، اُس طرف دشمن کے تیرانداز چھُپے ہوئے ہیں۔" عمیر مڑ کر پیچھے بھاگا لیکن یکے بعد دیگرے اُس کے چار تیر لگے اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔

عتبہ چلایا۔ "ابا جان! آپ اندر چلے جائیے، یہ بہت زیادہ ہیں۔" اور ساتھ ہی اُس نے پوری شدت کے ساتھ دائیں ہاتھ کی ٹولی پر حملہ کر دیا۔ عدی اور نعمان پیچھے ہٹنے کی بجائے بھاگ کر اُس سے جا ملے۔ عدی پوری قوت کے ساتھ چلا رہا تھا "نعمان! تم اندر چلے جاؤ، دروازہ بند کر لو۔" نعمان اُس کا کہنا ماننے کی بجائے سمیرا کو آوازیں دے کر دروازہ بند کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ عتبہ کی تلوار ایک آدمی کی گردن پر لگی اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے وار میں اُس نے ایک اور آدمی کو زخمی کر دیا۔ لیکن اِس کے بعد اُسے حملہ کرنے کا موقع نہ ملا۔ ایک آدمی کی تلوار اُس کے سر پر لگی اور وہ تیورا کر گر پڑا۔ ایک اور آدمی نے عتبہ پر دوسرا وار کیا لیکن عدی نے اُس کی تلوار اپنی تلوار پر روک لی اور عتبہ اٹھ کر لڑکھڑاتا ہُوا پیچھے ہٹنے لگا۔ اِس عرصہ میں باقی حملہ آور جنہیں عمیر نے بائیں ہاتھ دھکیل دیا تھا اپنے ساتھیوں سے آملے اور اُن کے شدید حملے سے عدی اور نعمان کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ عتبہ کا چہرہ اور لباس خون سے

تر ہو چکا تھا۔ وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہٹتے پھر اُسی دیوار سے آلگا۔ عدی اور نعمان نے کچھ دیر حملہ آوروں کو اُس سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ ایک آدمی کی تلوار عدی کے سینے پر لگی اور وہ چلایا "نعمان! بھاگ جاؤ اور اندر سے دروازہ بند کر لو اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نعمان میرا کہنا مانو۔ ابھی ہمارے قبیلے کے لوگ آ گئے تو تمہاری جان بچ جائے گی۔ اب تک ہمارے نوکر انہیں خبردار کر چکے ہوں گے۔"

اپنی مہم کی کامیابی یقینی سمجھنے کے بعد، حملہ آوروں کا جوش و خروش قدرے کم ہو چکا تھا اور وہ مزید نقصان اٹھائے بغیر انہیں تنگ گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

ایک آدمی نے کہا۔ "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے نوکر تمہارے قبیلے کے آدمیوں کو خبردار کرنے کے لئے بھاگ گئے ہیں تو تم غلطی پر ہو۔ ہم نے آتے ہی اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ ہمارے دو آدمی ننگی تلواریں لئے اُن کے سر پر کھڑے ہیں۔ اور تمہاری آواز تمہارے قبیلے کے کسی گھر تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ یہاں سے بہت دُور ہیں اب تمہارے لئے ہتھیار پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

"ٹھہرو! تم جانتے ہو کہ اب ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔" عدی نے یہ کہہ کر دیوار سے پیٹھ لگا دی اور حملہ آوروں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "اگر تمہیں گھوڑوں کی ضرورت ہو تو لے جاؤ۔ لیکن ہم پر رحم کرو، ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

ایک آدمی نے کہا۔ "احمقو! تم کیا سوچ رہے ہو انہیں جلدی ختم کرو۔"

عتبہ جو گردن جھکائے کھڑا بار بار اپنی پیشانی سے خون پونچھ رہا تھا چلّایا۔ "ابا جان! آپ ان سے رحم کی درخواست نہ کیجئے ابھی میں زندہ ہوں۔" اور یہ کہہ کر اُس نے ایک غیر معمولی شدت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ جس قدر شدید تھا اُسی قدر غیر متوقع تھا۔ عتبہ پے در پے دائیں بائیں اور سامنے وار کرتا ہوا آگے بڑھا اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن یہ ایک دم توڑتے ہوئے آدمی کا اندھا جوش تھا۔ انہوں نے چند قدم پیچھے ہٹنے کے بعد پلٹ کر حملہ کیا چشم زدن میں بیک وقت کئی تلواریں عتبہ کے جسم میں اتر گئیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عدی اور نعمان آگے بڑھے لیکن عدی چند قدم اٹھانے کے بعد منہ کے بل گر پڑا اور نعمان کے پاؤں زمین میں پیوست ہو کر رہ گئے وہ جھک

کر اپنے باپ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ چند قدم دور عتبہ کی لاش ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن حملہ آور ابھی تک بے تحاشا اُس پر تلواریں برسا رہے تھے۔ اچانک کونے کے کمرے سے نسوانی چیخیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی عتبہ کی لاش مسخ کرنے والوں میں سے ایک آدمی چیخ مار کر گر پڑا۔ حملہ آور ششدر ہو کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ دریچے سے دوسرا تیر آیا اور ایک آدمی اور زخمی ہو کر زمین پر آ رہا۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور آن کی آن میں دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ چند آدمی کھجوروں کے پیچھے چھپ گئے۔ چند دیوار پھاند کر دوسری طرف کود گئے اور باقی صحن کے کھلے پھاٹک سے باہر نکل گئے۔

سمیرا کھڑکی سے سر نکال کر چلائی۔ "نعمان جلدی کرو، ابا جان کو اندر لے آؤ۔" نعمان نے عدی کو اٹھا کر سہارا دیا۔ اور وہ درد سے کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ بولا۔ "نعمان! مجھے یہیں چھوڑ دو اور اپنی جان بچانے کی فکر کرو۔ جاؤ قبیلے کے لوگوں کو خبردار کرو۔"

اُس نے کہا۔ "میں آپ کو اور سمیرا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً ایک حملہ اور کریں گے۔"

سمیرا دروازہ کھول کر باہر نکلی اور یہ دونوں عدی کو سہارا دے کر اندر لے گئے اور اُسے بستر پر لٹا کر دروازہ بند کر دیا۔ عدی اپنی رہی سہی قوت بروئے کار لاتے ہوئے چلایا۔ "نعمان! اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو ہم مکان کے اندر چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔ اگر انہوں نے دوبارہ حملہ کیا تو انہیں دروازہ توڑنے یا مکان کو آگ لگانے میں دیر نہیں لگے گی۔ تم مغرب کی طرف سے دیوار پھاند کر باہر جا سکتے ہو۔ اگر تم قبیلے کے لوگوں کو خبردار کر سکو تو ممکن ہے وہ ہماری مدد کو پہنچ جائیں۔ نعمان! وقت ضائع نہ کرو، میں تمہیں منات کا واسطہ دیتا ہوں۔ یہ میری آخری التجا ہے اسے رد نہ کرو۔"

سمیرا نے کہا۔ "نعمان جاؤ! میں کھڑکی سے تیر چلا کر انہیں اپنی طرف متوجہ رکھتی ہوں۔"

عدی کا گھر آبادی سے بالکل الگ اور چاروں طرف سے باغوں میں گھرا ہوا تھا۔

نعمان کو یقین تھا کہ واپس آ کر اپنے باپ اور سمیرا کو زندہ نہیں پائے گا تاہم حملہ آوروں سے بچنے کی اگر کوئی صورت تھی تو وہ یہی تھی کہ کسی طرح قبیلے کے لوگوں کو خبردار کر دیا جائے۔

اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ابا جان، کاش! مجھے آپ یہ حکم نہ دیتے۔" اور پھر کسی توقف کے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ سمیرا نے جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بھاگ کر دوسری طرف کھڑکی کے سامنے

جا کھڑی ہوئی۔ صحن میں مکمل سکوت تھا لیکن سمیرا کو یہ سکوت لڑائی کے ہنگامے سے زیادہ خوفناک محسوس ہوتا تھا۔ سامنے بیرونی دیوار کے قریب کھجور کے گھنے درختوں کے سائے میں چند آدمیوں کی موجودگی کا شبہ ہوتا تھا اور ہر لحظہ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

نعمان کمرے سے باہر نکلتے ہی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا کھجور کے ایک درخت کے قریب پہنچا تو یکے بعد دیگرے دو سنسناتے ہوئے تیر اُس کے قریب سے گزر گئے اور ساتھ ہی حملہ کرنے والوں کی چیخ پکار سنائی دینے لگی۔ "اُسے پکڑو، مارو، روکو، وہ دوسری طرف سے بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

نعمان نے انتہائی پھرتی سے کھجور پر چڑھ کر ایک پاؤں دیوار پر رکھا اور کسی توقف کے بغیر باہر چھلانگ لگا دی۔ چند آدمی شور مچاتے ہوئے آگے بڑھے لیکن دریچے سے سمیرا نے تیر چلایا اور ایک آدمی زخمی ہو کر دہائی دینے لگا۔ "آگے مت جاؤ تم سب بیوقوف ہو، یہ مکان آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔"

حملہ آور دوبارہ بھاگ کر درختوں کے سائے میں چلے گئے۔ چند ثانیے بعد ایک آدمی اپنے ساتھیوں کو سمجھا رہا تھا۔ "اب تم کیا سوچ رہے ہو۔ اُن کا ایک آدمی دیوار پھاند کر باہر نکل گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عدی کا تیسرا لڑکا تھا۔ اب تمہیں اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اپنا سارا قبیلہ جمع کر کے یہاں لے آئے۔ اب ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ چلو!"

لیکن دوسرے آدمی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "نہیں، ہرگز نہیں! یہاں میرے بھائی کی لاش پڑی ہے اور میں منات کی قسم کھاتا ہوں کہ اُس کا انتقام لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اگر تم اس قدر بزدل تھے تو تمہیں ہمارے ساتھ نہیں آنا چاہیئے تھا۔"

"بزدل تم ہو جو اپنے بھائی کی لاش چھوڑ کر باغ میں جا چھپے تھے اگر تم بھیڑوں کی طرح نہ بھاگتے تو ہمارے لئے مکان کا دروازہ توڑنا کچھ مشکل نہ تھا۔"

تیسرے آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو اب صبح ہونے والی ہے اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ عدی زخمی ہے اور وہ لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ اگر اُس کا لڑکا بھاگ گیا ہے تو اب اس کمرے میں عدی کی لاش اور لڑکی کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم اُس کے تیروں کے خوف سے بھیڑوں کی طرح

بھاگ رہے ہیں۔ اگر ہمّت ہے تو میرے ساتھ آؤ!"

"چلو! چلو!"

وہ درختوں کے سائے سے نکل کر بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ سمیرا کے تیر سے ایک آدمی زخمی ہوا لیکن باقی اُس کی زد سے نکل کر دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ سمیرا نے جلدی سے دریچہ بند کیا اور بھاگ کر عدی کے قریب آگئی۔ کسی نے دروازے کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "عدی! باہر نکل آؤ ورنہ ہم مکان کو آگ لگا دیں گے۔"

سمیرا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ابا جان! اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔ اب شاید قبیلے کے لوگ ہماری لاشیں بھی نہ دیکھ سکیں۔ کاش ہمارا گھر آبادی سے اِس قدر دور نہ ہوتا۔"

باہر سے آواز آئی۔ "عدی! تم آگ میں جلنے سے پہلے اپنے بیٹوں کی لاشیں نہیں دیکھو گے؟"

عدی نے کہا۔ "میں تمہیں آگ لگانے سے نہیں روک سکتا لیکن یاد رکھو اِس آگ کے شعلے میرے گھر تک محدود نہیں رہیں گے۔ اوس اور خزرج نے ہمیشہ مردوں کی طرح ایک دوسرے کو میدان میں للکارا ہے۔ بزدلوں اور چوروں کی طرح رات کے وقت کسی کے گھر پر حملہ نہیں کیا۔"

"مظلوم نہ بنو، عدی! کیا تم نے رات کے وقت ہمارا گھر جلانے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں لات، منات، ہبل اور عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں، میں ابراہیمؑ کے خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کسی کے گھر کو آگ نہیں لگائی۔ تم کون ہو؟"

"میں سالم ہوں —— ہبیرہ کا بیٹا! اب تم ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔"

ایک آدمی نے کہا۔ "سالم! ہمیں اِس سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ ابھی باہر آجائیں گے۔ تم کیا دیکھ رہے ہو، اِس دروازے کے سامنے سوکھی گھاس جمع کر کے آگ لگا دو، جلدی کرو!"

عدی چلایا۔ "تم میری جان لینا چاہتے ہو؟"

باہر سے جواب آیا۔ "تمہیں اب بھی اِس میں شبہ ہے۔"

عدی نے کہا۔ "اہلِ یثرب دوسرے قبائل کی طرح لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے، اگر تم وعدہ کرو کہ میری لڑکی کو کچھ نہیں کہو گے تو میں اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تمہارا تیسرا لڑکا بھاگ گیا ہے؟"

"ہاں! لیکن تمہیں یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ وہ بزدل ہے۔ وہ بہت جلد واپس آئے گا اور میرا پورا قبیلہ اُس کے ساتھ ہوگا۔ تمہیں یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کے بعد تمہارے اپنے گھر کب تک محفوظ رہیں گے۔ میرے دو بیٹوں کی لاشیں باہر پڑی ہیں اور اب مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں۔ تم اگر میرے خون سے ہاتھ رنگ کر مطمئن ہو سکتے ہو، تو میں باہر آنے کو تیار ہوں لیکن صرف اِس شرط پر کہ تم ایک بے بس لڑکی پر ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے اگر تم یہ وعدہ نہیں کر سکتے تو ہمیں آگ میں جلنا منظور ہے —— تم میرے گھر کو آگ لگانے کا شوق پورا کر لو لیکن یاد رکھو کہ یہ آگ اُس وقت تک نہیں بجھے گی جب تک کہ یثرب کی ساری وادی راکھ کا ڈھیر بن جائے۔"

کچھ دیر باہر سے کوئی جواب نہ آیا۔ سمیرا دروازے کی ایک دراڑ سے صحن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حملہ آور دروازے کے سامنے گھاس اور کھجور کے سوکھے پتوں کا ڈھیر لگا چکے تھے۔ ایک آدمی جس کے ہاتھ میں گھاس کی مشعل تھی آگے بڑھا لیکن دوسرے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو! مجھے اس سے بات کر لینے دو!"

"اب ہمارے پاس باتوں کے لئے وقت نہیں۔" تیسرا آدمی یہ کہہ کر آگے بڑھا اور اُس نے پہلے آدمی کے ہاتھ سے مشعل چھین کر گھاس کے ڈھیر پر پھینک دی۔

سوکھے ایندھن میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے لیکن ایک اور آدمی نے بھاگ کر گھاس کا گٹھا اٹھایا اور دروازے سے چند قدم دور پھینکتے ہوئے کہا۔ "تم ایک ایسی برائی کا دروازہ کھول رہے ہو جسے ختم کرنا ہمارے بس کی بات نہ ہوگی۔" پھر اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "عدی! ہم تمہیں ایک بہادر آدمی کی طرح مرنے کا موقع دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں آگ لگانے پر مجبور نہ کرو۔ اگر تم باہر نکل آئے تو ہم تمہاری لڑکی کو کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر اُس نے دروازہ کھلنے پر تیر چلانے کی کوشش کی تو اُس کا انجام تمہارے بیٹوں کے انجام سے زیادہ عبرتناک ہوگا۔"

عدی بستر سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور سمیرا کو ایک طرف ہٹا کر دروازے کی دراڑ سے باہر جھانکنے لگا۔ گھاس اور کھجور کے سوکھے پتوں کا گٹھا جسے دروازے سے چند قدم دور پھینک دیا گیا تھا جل رہا تھا اور آگ کے شعلے ہر لحظہ بلند ہو رہے تھے۔ عدی نے کہا۔ "ٹھہرو! میں باہر آرہا ہوں۔"

سمیرا اُس سے چمٹ کر چلائی۔ "نہیں نہیں، ابا جان! آپ اِس طرح میری جان نہیں بچا سکتے۔"

عدی نے کہا "سمیرا۔ میرے باہر نکلتے ہی تم دروازہ بند کر لینا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آگ لگانے کی جرأت نہیں کریں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔"

سمیرا دوبارہ چلائی۔ "ابا جان! میں بھی آپ کے ساتھ مروں گی۔"

"سمیرا! بیوقوف نہ بنو، مجھے چھوڑ دو۔" عدی نے اپنی ساری قوت بروئے کار لاتے ہوئے اُسے ایک طرف دھکیل دیا اور کنڈی کھول کر باہر نکل آیا۔ اُس کا لباس خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ حملہ آور ایک نصف دائرے میں اُس کی طرف بڑھے۔ اُن کی تلواریں آگ کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ عدی دروازے کے قریب دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ حملہ آور اب کسی بیتابی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے، انتہائی اطمینان سے تلواریں بلند کئے، آگے بڑھ رہے تھے لیکن تین آدمی چند قدم پیچھے کھڑے رہے۔

منذر کے بیٹے مسعود نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تمہاری تلواروں کو عدی کا خون پسند نہیں، آؤ ہم ایک ساتھ وار کریں گے۔"

ایک آدمی نے جواب دیا "ہم اپنی تلواروں کی پیاس بجھانے کے لئے خزرج کے جوانوں کا خون پسند کرتے ہیں۔ ہمیں ایک زخمی، ضعیف اور نہتے آدمی کے خون سے ہاتھ رنگنا پسند نہیں۔ تم جلدی سے اپنا کام ختم کرو۔ اب صبح ہو رہی ہے۔"

اچانک سمیرا ہاتھ میں تلوار لئے، کمرے سے باہر نکلی اور پلک جھپکتے میں اپنے باپ اور حملہ آوروں کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔

عدی چلایا "سمیرا! تم اندر چلی جاؤ۔ سمیرا! سمیرا!" اُس کی آواز حملہ آوروں کی چیخوں اور قہقہوں میں گم ہو کر رہ گئی اور وہ نڈھال ہو کر گر پڑا۔

جابر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ٹھہرو! تم ایک طرف ہٹ کر تماشا دیکھو۔"

وہ رک گئے جابر نے سمیرا پر چند وار کئے اور وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگی۔ اچانک اُس کا پاؤں عدی کے جسم سے لگا اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑی۔ جابر نے ایک قہقہہ لگایا اور آگے بڑھ کر تلوار کی نوک اُس کی آنکھوں کے سامنے کر دی۔

ایک آدمی چلایا "جابر ہم نے عدی سے وعدہ کیا تھا کہ ہم اُس کی لڑکی پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔"

"میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔" جابر نے تلوار کی نوک ذرا اور آگے کرتے ہوئے کہا۔ سمیرا نے اپنی گردن ایک طرف کر لی تو جابر نے بھی اپنی تلوار کی نوک اُسی طرف پھیر دی۔

ایک آدمی چلایا "باہر باغ کی طرف سے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دے رہی ہے کوئی آ رہا ہے۔ یہاں سے بھاگو!" وہ بدحواس ہو کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگے۔

ایک آدمی نے کہا "تم بدحواس کیوں ہو گئے، راستے میں ہمارے ساتھی پہرا دے رہے ہیں۔ اگر اس طرف آنے والا کوئی دشمن ہوتا تو وہ نقارہ بجا کر ہمیں خبردار کر دیتے۔"

جابر کی بدحواسی سے سمیرا کو اٹھنے کا موقع مل گیا اور اُس نے اچانک اُس پر حملہ کر دیا۔ اب جابر پیچھے ہٹ رہا تھا اور وہ پے در پے اُس پر وار کر رہی تھی۔

مسعود چلایا "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ عورت نہیں کوئی چڑیل ہے" یہ کہہ کر اُس نے پہلو سے حملہ کر دیا۔ سمیرا بائیں کندھے پر ایک گہرا زخم کھا کر ایک طرف ہٹی لیکن جابر نے ایک سیدھا وار کیا اور اُس کی تلوار کی نوک اُس کے سینے میں اتر گئی۔ وہ آگ کے الاؤ کے پاس گر پڑی۔ صحن میں تھوڑی دیر کے لئے ایک سناٹا چھا گیا۔

ایک آدمی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "منذر کے بیٹوں نے پہلی بار اپنی تلواروں کو آزمایا ہے۔ اور وہ بھی ایک لڑکی کے جسم پر ورنہ اب تک اِس لڑائی میں ان کی حیثیت دور کے تماشائیوں کی سی تھی۔" اور منذر کے بیٹے خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

عدی اپنی جگہ سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا، ڈگمگایا، گرا اور دوبارہ اٹھنے کی ایک ناکام کوشش کے بعد رینگتا ہوا سمیرا کے قریب پہنچ گیا۔

"سمیرا! سمیرا! میری مظلوم بیٹی۔" وہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا —— اُسے اپنے سینے سے لگا کر بھینچ رہا تھا۔ پھر اُس نے آگ کی روشنی میں سمیرا کے خون سے بھیگا ہوا ہاتھ اٹھا کر دیکھا اور پوری قوت کے ساتھ چلایا "وحشیو! درندو! اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ مجھے قتل کیوں نہیں کرتے۔ تم سمیرا سے ڈرتے تھے لیکن اب وہ میری حفاظت کے لئے تلوار نہیں اٹھائے گی۔"

مسعود چلایا "تم کیا دیکھ رہے ہو اسے ختم کرو۔" لیکن اُس کے ساتھی اُس کے حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ لوگ جو تھوڑی دیر قبل عدی کے خون کے پیاسے تھے، اپنے سامنے ایک لڑکی کی لاش دیکھ کر خوف زدہ نظر آتے تھے۔ بدوی قبائل کی لڑائیوں میں اِس قسم کے واقعات ایک عام بات تھی لیکن یثرب کے نسبتاً مہذب لوگوں کے نزدیک ایک لڑکی کا قتل ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اِس کے علاوہ گھوڑے کی ٹاپ اب بہت قریب سنائی دے رہی تھی اور وہ عدی سے زیادہ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایک آدمی نے کہا "جابر، مسعود! تم اطمینان سے ان لاشوں پر تیغ زنی کی مشق کر سکتے ہو۔ یہ سوار تنہا ہے اور اگر وہ دشمن ہوا تو بھی تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ ہم خطرے کے وقت تمہاری حفاظت کر سکیں گے۔ منات کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارا مقصد ایک لڑکی کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے تو میں تمہارا ساتھ نہ دیتا۔ اب نہ معلوم یثرب میں کتنی مائیں اور بہنیں قتل کی جائیں گی۔"

سرپٹ سوار صحن میں داخل ہوا اور اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کود پڑا۔ یہ عاصم تھا۔

سالم نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا "اخی! ہم ان سے انتقام لے چکے ہیں۔ یہ عدی ہے اور اس کے دو بیٹوں کی لاشیں بھی صحن میں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ وہ لڑکی ہے، جس نے جابر پر حملہ کیا تھا۔ آپ کہاں تھے؟" عاصم نے آگے بڑھ کر الاؤ کے قریب ایک دلخراش منظر دیکھا اور چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر وہ اُس کی لاش کے قریب بیٹھ گیا اور اُس کا سر اپنی گود میں لے کر چلایا "سمیرا! سمیرا! میری طرف دیکھو، مجھ سے بات کرو، میں تمہارا عاصم ہوں۔" لیکن سمیرا کے پاس اُس کی التجاؤں کا کوئی جواب نہ تھا۔ اور عاصم کی آواز سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی۔

عدی نے درد سے کراہتے ہوئے اپنی گردن اٹھائی اور کہا "عاصم! تم بہت دیر سے آئے، سمیرا اب ازی طرف نہیں دیکھے گی، اُسے عمیر اور علبہ نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔"

جابر نے آگے بڑھ کر اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے کہا "عمیر اور عتبہ تمہیں بھی اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ کاش. ارح تمہارے قبیلے کے ہر آدمی کو اپنے پاس بلاتے رہیں۔"

عاصم اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور اُس نے پوری قوت سے جابر کو دھکا دے کر ایک طرف گرا دیا اور پھر چشم زدن میں اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

مسعود چلایا "اسے پکڑ لو۔ اسے مار ڈالو۔ یہ غدّار ہے" اور یہ کہتے ہی اُس نے عاصم پر حملہ کر دیا۔ عاصم نے اُس کا وار اپنی تلوار پر روکا اور پھر ایک زخمی شیر کی طرح اُس پر جھپٹ پڑا۔ مسعود کو چند قدم پیچھے دھکیلنے کے بعد اُس نے پوری قوت کے ساتھ ایک وار کیا اور مسعود کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ جابر نے اٹھ کر عقب سے وار کرنے کی کوشش کی لیکن عدی چلّایا۔ عاصم پیچھے دیکھو! عاصم نے مڑ کر دیکھا تو وہ جابر کی تلوار کی زد میں آ چکا تھا۔ اُس نے اچانک ایک طرف جست لگا دی۔ جابر کی تلوار کی نوک زمین پر جا لگی، اس کے ساتھ ہی عاصم نے ایک بھرپور ہاتھ مارا اور جابر کی تلوار عاصم کی تلوار سے ٹکرانے کے بعد، اُس کے ہاتھ سے نکل کر، چند قدم دور جا گری۔ اب عاصم کی تلوار کی نوک اُس کے سینے پر تھی۔ جابر الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے جا لگا۔

سالم نے بھاگ کر عاصم کا بایاں بازو پکڑتے ہوئے کہا "اخی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ میرے ماموں کا بیٹا ہے۔ یہ جابر ہے آپ مسعود کو قتل کر چکے ہیں۔ اخی! ہوش میں آئیے۔"

لیکن عاصم نے اپنی تلوار کی نوک جابر کے سینے سے ہٹائے بغیر اپنے بائیں ہاتھ کو جھٹکا دیا اور کمسن لڑکا زمین پر گر پڑا۔

عاصم نے مڑ کر اُن آدمیوں کی طرف دیکھا جو سراسیمگی کی حالت میں یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ اُس نے کہا "سمیرا کو کس نے قتل کیا ہے؟ بزدلو! میں پوچھتا ہوں عدی کی معصوم لڑکی کو کس نے قتل کیا ہے؟"

کسی نے جواب نہ دیا۔

عاصم نے جابر کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "تم بتاؤ! عدی کی بیٹی کو تم نے قتل کیا ہے؟"

جابر چلایا "بھائیو! تم کیا دیکھ رہے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ عاصم اپنے ہوش میں نہیں۔ اس پر ابھی تک ـی کے جادو کا اثر ہے۔ میری جان بچاؤ ——" لیکن کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سالم نے دوبارہ اٹھ کر عاصم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "اخی! ہم نے اِس لڑکی کی جان بچانے کا وعدہ کیا ـے نے اچانک جابر پر حملہ کر دیا۔ اگر وہ حملہ نہ کرتی تو یہ اُس پر ہاتھ نہ اُٹھاتا۔ اخی! ہوش سے کام

لیجئے۔" عاصم نے اپنا ہاتھ چھڑا کر سالم کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔ پھر اُس نے جابر کی طرف متوجہ ہو کر گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم نے سمیرا کو قتل کیا ہے؟ کاش! منذر کے دس ہزار بیٹے ہوتے اور میں سمیرا کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے انہیں قتل کر سکتا۔"

وہ چلایا۔ "عاصم! مجھ پر رحم کرو۔" لیکن عاصم نے اپنے ہاتھ کو جنبش دی اور تلوار کی نوک جابر کے سینے میں اتر گئی۔ وہ گرا۔ عاصم نے ایک جنون کی سی حالت میں پے در پے اُس کی تڑپتی ہوئی لاش پر کئی وار کر دیئے۔

"بھائیو!" ایک آدمی چلایا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ منذر کے دو بیٹے قتل ہو چکے ہیں۔ اب تم واپس کیا منہ لے کر جاؤ گے۔ ہمارے لئے اِس کی بجائے مرجانا بہتر ہے۔ عاصم پاگل ہو چکا ہے۔ اسے پکڑ لو، اسے مار ڈالو۔ جلدی کرو گھیر ڈالو ورنہ تھوڑی دیر میں خزرج کے تمام آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔" وہ نصف دائرے میں آگے بڑھنے لگے۔ اور سالم ایک طرف ہٹ کر سسکیاں لینے لگا۔

عاصم اچانک ایک طرف جھپٹ پڑا اور اُس کے پہلے ہی وار سے ایک آدمی کی لاش زمین پر تڑپ رہی تھی اور باقی بدحواس ہو کر ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ عاصم صحن کے بیچ میں رک گیا اور اُس نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "بزدلو! میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ ہمارے گھر پر شمعون یہودی کے آدمیوں نے حملہ کیا تھا اور عدی کو اِس بات کا علم بھی نہ تھا۔ جب شمعون کے آدمی ہمارے گھر پر حملہ کر رہے تھے، میں عدی کے ساتھ اُس کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اب باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔ تمہیں صرف لڑنے کا شوق تھا اور میں تمہارا یہ شوق پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اب بھیڑوں کی طرح بھاگ کیوں رہے ہو ـــــ آؤ!"

لیکن کسی نے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ اچانک باہر سے نقارے کی آواز سنائی دی اور ایک آدمی چلایا۔ "سنو! ہمارے آدمی نقارہ بجا رہے ہیں۔ دشمن اِس طرف آ رہا ہے۔ بھاگو! جلدی کرو!"

دوسرا آدمی چلایا۔ "ٹھہرو! ہم اپنی لاشیں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

تیسرے نے کہا۔ "پاگلو! اب لاشیں اٹھانے کا کون سا وقت ہے۔ یہ بات تمہیں اس وقت سوچنی چاہیئے تھی جب عدی کا ایک لڑکا اپنے قبیلے کو خبردار کرنے کے لئے یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرو۔"

آن کی آن میں صحن خالی ہو گیا لیکن سالم عاصم کے قریب کھڑا رہا۔ عاصم غضب ناک ہو کر چلایا۔ "تم اب کیا دیکھ رہے ہو؟ جاؤ!"

سالم نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

عاصم نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑ لیا اور اُسے زبردستی کھینچتا ہوا صحن کے دروازے تک لے گیا۔ سالم چلا رہا تھا۔ "اخی! تم مجھے بھی جابر اور مسعود کی طرح قتل کیوں نہیں کر دیتے، اب میں قبیلے کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔"

عاصم نے اُسے پوری قوت کے ساتھ دروازے سے باہر دھکیل دیا اور وہ چند قدم کے فاصلے پر منہ کے بل جا پڑا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھا اور ایک ثانیہ عاصم کی طرف دیکھنے کے بعد بھاگتا ہوا باغ میں روپوش ہو گیا۔

عاصم کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا صحن میں بکھری ہوئی لاشوں کی طرف دیکھتا رہا۔ یہ تمام واقعات اُسے ناقابلِ یقین معلوم ہوتے تھے۔ وہ اپنے دل کو تسلیاں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ ناممکن ہے سمیرا کو موت نہیں آ سکتی۔ یہ ایک خواب ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سمیرا کو موت آ جائے اور میں زندہ رہوں۔ اچانک اُس نے ایک جھرجھری لی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا سمیرا کی لاش کی طرف بڑھا۔

"پانی! پانی!" عدی کی نحیف آواز سنائی دی اور وہ بھاگ کر مکان کے دروازے کے قریب ایک مٹکے سے پانی کا کٹورا بھر لایا۔ عدی کو چند گھونٹ پلا کر دوبارہ زمین پر لٹانے کے بعد اُس نے سمیرا کو سہارا دے کر اٹھایا اور پانی کا پیالہ اُس کے منہ کو لگا دیا لیکن پانی سمیرا کے حلق میں جانے کی بجائے اِدھر اُدھر بہہ گیا اور عاصم کے لرزتے ہوئے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا۔

"سمیرا، سمیرا!" وہ اُس کی لاش کو اپنے سینے سے بھینچ کر چلایا۔ "میری طرف دیکھو! مجھ سے بات کرو۔ مجھے اِس دنیا میں تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ سمیرا! میں تمہارا مجرم ہوں۔ کاش! میں یہاں نہ آتا۔ کاش! ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھتے۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ ہماری محبت اِس گھر کے لئے جہنم کی آگ بن جائے گی۔"

پھر اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "اے لات! اے ہبل! اے عزیٰ! اے منات! مجھ پر رحم کرو۔ اگر تمہاری آنکھیں ہیں تو میری حالت دیکھو، اگر تمہارے کان ہیں تو میری فریاد

سنو، اگر تم کسی کو کچھ دے سکتے ہو تو میں تم سے سمیرا کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ مہینوں اور برسوں کے لئے نہیں صرف ایک لمحہ کے لئے میری سمیرا مجھے واپس دے دو۔ پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے نہیں چھین سکے گی۔ پھر اگر ساری دنیا کے درندے اِس گھر پر حملہ کر دیں تو میں تنہا ان کا مقابلہ کروں گا۔ آسمان کی بے رحم قوتو! تم نے سمیرا کو یہ دیکھنے کا موقع تو دیا ہوتا کہ میں اُس کے لئے اپنے قبیلے سے لڑ سکتا ہوں۔ اے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے خدا! میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔"

عدی اُس کے قریب پڑا، اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا اور باہر آدمیوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی لیکن عاصم کو اپنے گردوپیش کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ بار بار سمیرا کے چہرے کی طرف دیکھتا اور پھر اُس کی لاش کو اپنے سینے سے لپٹا لیتا۔ باہر کی چیخ پکار صحن کے اندر پہنچ چکی تھی لیکن عاصم کو کسی خطرے کا احساس نہ تھا۔

کسی نے بلند آواز میں کہا "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ عاصم ہے اسے پکڑلو، اسے مار ڈالو۔"

لیکن عاصم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اُس نے بے اعتنائی سے اپنے گرد گھیرا ڈالنے والوں کی طرف دیکھا، اور گردن جھکا لی۔

کسی نے کہا "نعمان سب سے پہلے تمہیں وار کرنے کا حق ہے"۔ نعمان نے آگے بڑھ کر تلوار بلند کی لیکن عدی جو بظاہر اپنا سفرِ حیات ختم کر چکا تھا۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ عاصم کے سر پر تان دیئے اور چلایا۔ "نہیں، نہیں! اسے کچھ نہ کہو۔ اِس نے ہماری خاطر منذر کے بیٹوں کو قتل کیا ہے ــــ اب یہ تمہاری پناہ میں ہے ــــ نعمان میری آخری خواہش یہ ہے کہ تم .... عاصم کو اپنا دوست سمجھو ــــ بھائیو! عاصم میرے بیٹوں کا انتقام لے چکا ہے، اب تمہیں تلواریں اٹھانے کی ضرورت نہیں۔" عدی نے یہاں تک کہہ کر ایک جھرجھری لی اور ایک طرف گر پڑا۔

نعمان نے اپنی تلوار پھینک دی اور آگے بڑھ کر اُس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔

"ابا جان! ابا جان!" اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔

عدی نے جواب دینے کی بجائے چند اکھڑے اکھڑے سانس لئے اور گردن ڈھیلی چھوڑ دی۔ ایک معمر آدمی نے آگے بڑھ کر اُس کی نبضیں ٹٹولیں اور سر پھیر دیا۔ نعمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی اور عاصم بدستور سمیرا کی لاش سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔ جب قبیلے کے آدمی عدی اور اُس کے بیٹوں کی لاشیں اٹھا کر اندر لے گئے۔ تو ایک نوجوان نے عاصم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ عاصم نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر سمیرا کو اٹھا کر کمرے کی طرف چل دیا۔ لوگ جو غصے اور اضطراب کی بجائے اب پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے کچھ کہے بغیر راستے سے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ عاصم دروازے کے قریب رُکا اور چند ثانیئے سمیرا کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا رہا، پھر جب اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلکنے لگیں تو اُس نے آگے بڑھ کر سمیرا کو بستر پر لٹا دیا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا باہر نکل آیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگ جو اب آہستہ آہستہ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اُس کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اُن میں سے ہر ایک کی زبان پر کئی سوال تھے لیکن کسی کو اُس سے ہمکلام ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اُن کے نزدیک اِس گھر میں عدی اور اُس کے بیٹوں کی موت سے زیادہ اہم واقعہ یہ تھا کہ منذر کے بیٹوں کو عاصم نے قتل کیا تھا۔ اور جب خزرج والوں کی تلواریں اُس کے خون میں ڈوبنے والی تھیں تو عدی نے جان کنی کے وقت اُس کے سر پر اپنے ہاتھ تان دیئے تھے۔

عاصم صحن میں اُس جگہ جہاں وہ کچھ دیر قبل سمیرا کی لاش کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا رُکا، اپنی تلوار اُٹھا کر نیام میں کی اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد صحن کے اُس کونے کی طرف بڑھا جہاں اُس کا گھوڑا کھڑا تھا۔

نعمان نے اچانک بھاگ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

عاصم نے بے اختیار اُسے گلے لگا لیا اور اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں"۔

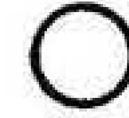
قبیلہ خزرج کے ایک معمر آدمی نے کہا "عاصم! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم نے ہماری خاطر منذر کے بیٹوں کو کیسے قتل کیا ــــ لیکن ہم تمہیں اپنی پناہ میں لینے کو تیار ہیں"۔

عاصم نے بے پروائی سے جواب دیا "اب مجھے کسی کی پناہ کی ضرورت نہیں"۔

ایک نوجوان نے عاصم کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "اگر تمہیں ہماری پناہ میں رہنا پسند نہیں تو فوراً یثرب سے کہیں دور نکل جاؤ۔ ورنہ اب تمہارے قبیلے کے لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"میں یثرب کو چھوڑ رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہاں میرے حصے کا ایک کام باقی ہے"۔

عاصم اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوگیا اور اُسے سرپٹ دوڑاتا ہوا صحن سے باہر نکل گیا۔



عدی کے گھر سے کوئی ایک میل دور ایک کشادہ راستے کے دونوں کناروں پر کچی دیواریں یہودیوں کے باغوں کی حفاظت کرتی تھیں۔ اچانک دو آدمی یکے بعد دیگرے ان دیواروں پر سے کود کر عاصم کے راستے میں کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے۔

عاصم نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا، یہ عباد اور سالم تھے۔ اُس نے پوری قوت کے ساتھ باگیں کھینچ کر اپنا گھوڑا روکا اور کہا۔ "عباد! تم کہاں تھے؟"

عباد نے جواب دیا۔ "میں راستے میں پہرا دے رہا تھا۔ سالم نے حکم دیا تھا کہ اگر دشمن خبردار ہوکر عدی کی مدد کے لئے اِس طرف آئے تو ہم نقارہ بجا دیں۔ جب آپ یہاں سے گزرے تھے تو میں نے آپ کو پہچان لیا تھا اور آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ میری طرف توجہ دیئے بغیر آگے نکل گئے ——— اس کے بعد جب خزرج کی آبادی میں چیخ پکار سنائی دینے لگی تو میرے دو ساتھی نقارہ بجا کر بھاگ گئے لیکن چونکہ عدی کے گھر پر حملہ کرنے والے ساتھیوں نے بہت دیر لگا دی تھی اِس لئے میں تشویش کی حالت میں باغوں سے گزرتا ہوا عدی کے گھر کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے عدی کے باغ سے بھاگتے ہوئے آدمیوں کی آہٹ سنائی دی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ہمارے آدمی ہیں، تاہم میں اطمینان کرنے کے لئے ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ وہ مجھ سے چند قدم دور باتیں کرتے ہوئے گزر گئے، وہ آپ کو بدترین گالیاں دے رہے تھے اور میں نے اُن کے سامنے جانا گوارا نہ کیا۔ پھر ایک آدمی جس کی ٹانگ زخمی تھی لنگڑاتا ہوا میرے پاس سے گزرا اور میں نے اُس کا راستہ روک کر اتنی دیر سے واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ اُس نے جواب دینے کے بجائے میرے منہ پر تھوک دیا۔ اور تلوار نکال کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اپنی جان بچائی اور وہ میرا پیچھا کرنے کی بجائے آپ کو گالیاں دیتا ہوا آگے نکل گیا۔ پھر میں کچھ دور اور آگے گیا تو مجھے سالم مل گیا اور ———"

"اور پھر تمہیں سالم نے بتایا کہ میں اپنے قبیلے کا غدار اور قاتل ہوں۔ کہو! خاموش کیوں ہوگئے۔"

عباد نے آبدیدہ ہوکر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ نے منذر کے بیٹوں کو قتل کیا ہے لیکن اگر یہ درست ہو تو بھی میں آپ کا غلام ہوں۔"

"تم آج سے آزاد ہو۔ اور سالم اِس بات کی گواہی دے گا کہ میں اپنے حصّے کی جائداد تمہارے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔"

"آپ مجھے قتل کر سکتے ہیں لیکن ان حالات میں اپنا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔"

عاصم نے کہا۔ "میں تم سے صرف ایک خدمت لینا چاہتا ہوں۔ تم عدی کے گھر کے قریب چھپ کر میرا انتظار کرو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو یہ کہہ دینا کہ تم میرے حکم کی تعمیل کر رہے ہو۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

سالم نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اخی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ میں گھر نہیں جاؤں گا۔"

سالم نے آبدیدہ ہوکر کہا۔ "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس طرف آبادی کا رُخ نہ کریں۔ اب قبیلے کا ہر آدمی آپ کی تلاش میں ہوگا۔"

عاصم نے قدرے نرم ہوکر کہا۔ "سالم! اب تمہیں میری موت و حیات سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیئے۔ تم گھر جاؤ ———"

سالم نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں! جب تک آپ یہ نہیں بتاتے کہ آپ اس طرف کیوں جا رہے ہیں، میں یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ میں منات کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر دشمن کا سارا قبیلہ اس طرف آگیا تو بھی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"تم جاننا چاہتے ہو میں اس وقت کہاں جا رہا ہوں؟"

"ہاں ———"

"بہت اچھا! میرے پیچھے بیٹھ جاؤ ———"

سالم اُچھل کر عاصم کے پیچھے بیٹھ گیا اور عاصم نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

تھوڑی دیر بعد سالم نے کہا۔ "اخی! اس طرف مت جائیے۔ قبیلے کے آدمی ہمیں دیکھتے ہی آپ پر

ٹوٹ پڑیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اب اباجان بھی آپ کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔"

عاصم نے کہا "سالم! تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر قبیلے کے لوگوں نے تمہیں جابر اور مسعود کے قاتل کے ساتھ دیکھ لیا تو تم اُن کے طعنے برداشت نہیں کر سکو گے۔"

سالم نے کہا "بھائی جان! میں آپ کی خاطر آگ میں کود سکتا ہوں۔ لیکن میرے لئے یہ ناقابلِ برداشت ہے کہ آپ نے عدی کی بیٹی کی خاطر میرے ماموں کے بیٹوں کو قتل کیا ہے۔ آپ اُس وقت کہاں تھے جب انہوں نے ہمارے گھر پر حملہ کیا تھا۔ آپ اُن لوگوں کو کیسے معاف کر سکتے ہیں جنہوں نے ہمارے گھر کو آگ لگائی تھی اور اباجان کو زخمی کیا تھا ۔۔۔"

عاصم نے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے جواب دیا "اُس وقت میں عدی کے باغ میں اُس سے باتیں کر رہا تھا اور اُس کے بیٹے گھر میں سو رہے تھے۔"

"یہ ناممکن ہے! عباد نے عدی کے گھر تک حملہ کرنے والوں کا تعاقب کیا تھا۔ آپ اُس سے پوچھ سکتے ہیں"

"مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں، عباد نے صرف ایک آدمی کا تعاقب کیا تھا اور وہ شمعون کا غلام تھا۔ اُسے یہ خدمت سونپی گئی تھی کہ جب شمعون کے آدمی ہمارے گھر کو آگ لگا دیں تو وہ اُن کا پیچھا کرنے والوں کو عدی کے گھر کی طرف لے جائے۔"

سالم نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے لیکن آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

دائیں طرف ایک جگہ سے دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور وہاں جھاڑیوں کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ عاصم نے باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ باڑ پھاند کر باغ میں داخل ہو گیا۔

سالم نے کہا "یہ شمعون کا باغ ہے آپ اُس کے گھر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟"

عاصم نے گھوڑا روکا اور نیچے کودتے ہوئے کہا "مجھے حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم یہاں انتظار کرو ۔۔۔ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو میرے گھوڑے پر یہاں سے نکل جانا۔"

"لیکن میں ۔۔۔"

عاصم نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "اب تم خاموش رہو، یہ باتوں کا وقت نہیں۔ میں تمہیں صرف اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ شاید قبیلے کے لوگوں کو تمہاری گواہی پر اعتبار آجائے ۔۔۔ اگر مجھے اپنے کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی تو میں تمہاری بجائے عباد کو اپنے ساتھ لاتا۔"

سالم نے کہا "بہت اچھا! میں آپ کے ساتھ جانے پر ضد نہیں کرتا لیکن مجھ سے یہ توقع نہ رکھئے کہ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو میں آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔"

عاصم نے کوئی جواب دیئے بغیر جلدی سے گھوڑے کی گردن سے رسّا اُتارا اور بھاگتا ہوا درختوں میں غائب ہو گیا۔

باغ میں سوگز چلنے کے بعد وہ شمعون کے گھر کے بیرونی احاطے کی دیوار کے سامنے رکا اور دیوار پر چڑھ کر اندر جھانکنے لگا۔ دائیں طرف شمعون کے سکونتی مکان کا دروازہ بند تھا اور بائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک چھپر کے نیچے اُس کے نوکر لیٹے تھے۔ عاصم کسی توقف کے بغیر صحن میں کود پڑا اور چھپر کی طرف بڑھا۔ چھپر کے اندر تین آدمی گہری نیند میں خراٹے لے رہے تھے۔ ایک دراز قامت اور قوی ہیکل آدمی کے خراٹے سب سے زیادہ بلند تھے۔ عاصم نے ہلکی سی ٹھوکر سے اُسے جگایا اور اُس کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی۔ شمعون کے غلام نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور انتہائی بدحواسی کے عالم میں عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔ عاصم نے تلوار پر ذرا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "اگر تم نے شور مچایا تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو میرے حکم کی تعمیل کرو ۔۔۔ اٹھو! اور اپنے ساتھیوں کی طرف مت دیکھو، وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔ میں اگر چاہوں، تو انہیں جگا کر بھی قتل کر سکتا ہوں۔" غلام خوف سے کانپتا ہوا اٹھا۔ عاصم نے اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر رسّے کو ایک جھٹکا دیا۔ اور پھر تلوار کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "تمہاری خیر اسی میں ہے کہ تم خاموشی سے میرے آگے آگے چلتے رہو ۔۔۔" غلام کو اِس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا، وہ عاصم کے آگے آگے چل دیا۔

صحن کے دروازے کے قریب رک کر غلام نے پہلی بار عاصم سے ہمکلام ہونے کی جرأت کی اور اُس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا "آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

عاصم نے جواب دیا "تم دروازہ کھولو۔ اور خاموشی سے میرے ساتھ چلتے رہو۔"

غلام نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا اور وہ باغ میں داخل ہوئے۔ اچانک بائیں ہاتھ

گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور سالم درختوں کی آڑ سے نکل کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"اخی!" اُس نے گھوڑے سے اتر کر معذرت کے انداز میں کہا۔ "میرے لئے وہاں انتظار کرنا بہت صبر آزما تھا اب صبح ہو گئی ہے آپ دیر نہ کریں۔"

عاصم کچھ کہے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر شمعون کے غلام سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم رات بھر کی بھاگ دوڑ سے بہت تھک گئے ہو گے لیکن میں اِس وقت تمہارے لئے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تمہیں کچھ دیر میرے ساتھ بھاگنا پڑے گا۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ تم راستے میں گرنے کی کوشش نہ کرو ——— اور تمہارے فائدے کی دوسری بات یہ ہے کہ تم میرے ہر سوال کا جواب دو۔"

غلام نے کہا۔ "آپ نے وعدہ کیا ہے کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے۔"

"لیکن اگر تم نے کوئی غلط جواب دیا تو میں اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکوں گا ——— بتاؤ رات کے وقت ہمارے گھر سے عدی کے باغ تک کسی نے تمہارا پیچھا کیا تھا؟"

"جی ہاں ———"

"اور جب تم عدی کے باغ میں چھپ گئے تھے تو وہاں میں تمہیں ملا تھا؟"

"جی ہاں ———"

"تم ہمارے گھر میں آگ لگانے کے بعد بھاگے تھے؟"

"جناب! میں بے قصور ہوں، میں باہر کھڑا تھا۔ میں ایک غلام ہوں اور اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔"

"میں تمہیں شمعون کے جرم کی سزا نہیں دوں گا۔ لیکن سچ کہو کیا شمعون نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ جب ہمارے آدمی حملہ کرنے والوں کا تعاقب کریں تو تم انہیں اپنے پیچھے لگا کر عدی کے گھر تک پہنچا دو، تاکہ ہمارے آدمی یہ خیال کریں کہ حملہ کرنے والے عدی کے بیٹے تھے۔"

"جناب! مجھ پر رحم کیجئے وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عاصم نے رسّے کو جھٹکا دیا اور گرجتی ہوئی آواز میں چلایا۔ "خبیث! ٹھیک ٹھیک جواب دو۔"

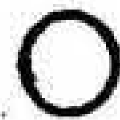
غلام نے سراپا التجا بن کر جواب دیا۔ "جناب! مجھ پر رحم کیجئے۔ میں نے صرف اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "سالم اب تم اپنے گھر جاؤ، اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ اِس لڑائی سے میرے اجتناب کی وجہ کیا تھی۔ میں اپنے قبیلے سے مایوس ہوں لیکن عدی کے گھر میں جمع ہونے والے لوگ شاید یہ بات سمجھ جائیں کہ ہم یہودیوں کے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔ اِس کے بعد میری کوشش یہ ہو گی کہ یہ شخص زندہ تمہارے پاس پہنچ جائے ——— اس لئے نہیں کہ میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ اِس لئے کہ جب میں یہاں سے نکل جاؤں تو تم میرا نام لیتے ہوئے شرم محسوس نہ کرو۔ اب تم جاؤ! اگر عباد راستے میں مل گیا تو میں اسے اُس کے حوالے کر دوں گا۔"

سالم نے کہا۔ "اخی! آپ ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنی جان بچانے کی فکر کریں۔ جابر اور مسعود کے قتل کے بعد تمہارے قبیلے کا کوئی آدمی میری باتوں پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا، اور اگر وہ اِس ذلیل غلام کی گواہی پر اعتبار کر بھی لیں تو بھی وہ آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آپ یہاں سے فوراً نکل جائیں۔ میں جبل احد کے چشمے کے قریب آپ کا انتظار کروں گا۔"

"سالم تمہارا کیا خیال ہے کہ میں عدی اور سمیرا کے قاتلوں سے رحم کی درخواست کروں گا۔ منات کی قسم! اگر بنو اوس میرے سر پر تاج رکھ دیں تو بھی میں اُن کی رفاقت گوارا نہیں کر سکتا۔ تمہیں احد کے دامن میں میرا راستہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں شام کا رُخ کر رہا ہوں اور یہ میری آخری ملاقات ہے۔ اگر تم عباد کا خیال رکھ سکو تو یہ مجھ پر احسان ہو گا۔"

عاصم نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور شمعون کا غلام جس کا رسّہ اُس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اُس کے ساتھ بھاگنے لگا۔



قبیلۂ خزرج کے کئی اور آدمی عدی کے گھر میں جمع ہو چکے تھے اور چند عورتیں بین کر رہی تھیں۔ مقتولین کے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ دروازے کے سامنے پڑا تھا اور نووارد باری باری اِس خون سے اپنی انگلیاں تر کر کے اُن کا انتقام لینے کا حلف اٹھا رہے تھے۔

عاصم گھوڑا دوڑاتا ہوا صحن میں داخل ہوا۔ شمعون کا غلام جس کا لباس پسینے سے تر ہو چکا تھا۔ بڑی مشکل سے اُس کا ساتھ دے رہا تھا۔ عباد اُسے پیچھے سے ننگی تلوار سے ہانک رہا تھا۔ عاصم نے صحن میں داخل ہوتے ہی رسے کو زور سے جھٹکا دیا اور غلام جس کی ہمت جواب دے چکی تھی منہ کے بل گر پڑا۔

صحن میں جمع ہونے والے لوگ ایک دوسرے کی زبانی عاصم کی کارگزاری کا حال سن چکے تھے اس لئے کسی نے اُس کی آمد پر بے چینی کا مظاہرہ نہ کیا لیکن شمعون کے غلام اور عباد کو دیکھ کر وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

عاصم نے کہا۔ "بھائیو! میں نے آپ سے کہا تھا کہ یثرب میں میرے حصے کا آخری کام باقی ہے ـــــ اب شمعون کے غلام کو آپ کے سامنے پیش کر کے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ یہ اِس بات کی گواہی دے گا کہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کا خون بہا کر یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ تم لوگ جانتے ہو کہ اب میرا اپنے قبیلے سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مجھے اس سے سروکار نہیں کہ تم میں سے کون مرتا ہے اور کون زندہ رہتا ہے ـــــ میں یہاں نہیں رہوں گا، اور میری آنکھیں تمہاری بربادی کا تماشا نہیں دیکھیں گی، لیکن یثرب چھوڑنے سے پہلے میں آخری بار تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اوس اور خزرج جس آگ کا ایندھن بن رہے ہیں وہ آگ یہودیوں نے لگائی ہے ـــــ یہ شمعون کا غلام ہے اور تم اِس سے میری باتوں کی تصدیق کر سکتے ہو۔ رات کے وقت جب ہمارے گھر پر حملہ ہوا تھا تو میں باغ میں عدی سے باتیں کر رہا تھا۔ سمیرا کے سوا اِس گھر کے کسی اور فرد کو ہماری ملاقات کا علم نہ تھا۔ پھر جب میں عدی سے رخصت ہو کر باغ سے نکل رہا تھا تو شمعون کا غلام بھاگتا ہوا اِس باغ میں داخل ہوا۔ اور ایک آدمی جو اس کا پیچھا کر رہا تھا واپس چلا گیا۔ میں نے اس غلام سے اس طرف آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے یہ بتایا کہ میں اپنے آقا کے گھر سے چوری کر کے بھاگا ہوں۔ اور اُس کے نوکر میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ مجھے شمعون کی چوری سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اِس لئے میں نے اِسے چھوڑ دیا ـــــ جب میں گھر پہنچا تو وہاں ہمارے مویشیوں کا چھپر جل رہا تھا اور میرا چچا زخمی تھا۔ قبیلے کے لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ عدی کے بیٹے ہمارے گھر پر حملہ کر کے بھاگ گئے ہیں اور میرے غلام عباد نے اس گھر تک، اُن میں سے ایک کا تعاقب کیا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی مجھے یہ پتا چلا کہ منذر کے بیٹے عدی کے گھر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں واپس یہاں پہنچا تو اِس گھر پر حملہ کرنے والے اپنا کام پورا کر چکے تھے۔"

شمعون کا غلام بے حس و حرکت منہ کے بل پڑا تھا۔ عاصم نے عباد کو اشارہ کیا اور اُس نے اُس کی گردن پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ عاصم نے غلام سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بتاؤ! یہ باتیں درست ہیں؟"

"ہاں!" اُس نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ حملے کے بعد شمعون نے تمہیں عدی کے گھر کی طرف بھاگنے کی ہدایت کی تھی؟"

"جی ہاں! لیکن میں بے قصور ہوں ـــ ایک غلام کے لئے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

عاصم نے عباد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "عباد! اب تم اِسے میرے چچا کے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ اُن کے سامنے اپنے بیان سے منحرف ہونے کی کوشش کرے تو اسے سالم کے سپرد کر دینا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اِس کا سر قلم کرتے ہوئے شمعون کا خوف محسوس نہیں کرے گا۔ تمہارے لئے یہودیوں کی آبادی سے گزرنا خطرناک ہو گا، اِس لئے باہر سے پھیر کھا کر گھر پہنچنے کی کوشش کرنا ـــــ"

عباد نے غلام کا رسا پکڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "ساتھ کسی ایسے مسافر کا دیا جاتا ہے جس کی کوئی منزل ہو اور میرے لئے بے نشان راستوں کے سوا کچھ نہیں۔ تم جاؤ!"

عباد کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور وہ غلام کو کھینچتا ہوا وہاں سے چل دیا۔

حاضرین اب آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عاصم کچھ دیر خاموشی سے اُن کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "منذر کے بیٹوں نے سمیرا، عدی اور نعمان کے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور میں نے منذر کے بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، لیکن یہ اوس اور خزرج میں سے کسی کی فتح نہیں ـــــ یہ صرف یہودیوں کی فتح ہے۔ تمہارے درمیان نفرت کی آگ یہودیوں نے جلائی ہے اور تمہارے خون کے چھینٹوں سے اِس کے شعلے بھڑکتے رہیں گے ـــــ میرا جرم یہ تھا کہ میں نے اِس آگ کو بجھانے کی کوشش کی تھی۔ اور مجھے اِس جرم کی سزا مل چکی ہے۔ میرے باغ کے تمام پھول اِس آگ کی نذر ہو چکے ہیں۔ اب مجھے یثرب سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب میں تم سے کوئی التجا نہیں کروں گا۔"

اتنا کہنے کے بعد عاصم کی آواز بھرّا گئی اور اُس نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔

نعمان نے بھاگ کر صحن کے دروازے کے باہر اُسے روکا اور کہا "عاصم، ٹھہرو! ــــ مجھے معلوم نہیں کہ تم سمیرا کو کب سے جانتے تھے۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتی اور تمہارا ساتھ دینا چاہتی تو میں اُس کا راستہ نہ روکتا۔ میرے لئے صرف یہ جان لینا کافی ہوتا کہ تم نے ابا جان کی حمایت میں تلوار اٹھائی تھی۔ مجھے اپنے قبیلے کے طعنوں کی پروا نہ ہوتی۔ اب اگر تم جانے سے پہلے ایک بار پھر اُسے دیکھنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

عاصم نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا "نعمان! اب میں سمیرا کو نہیں دیکھ سکوں گا۔"

ایک عمر رسیدہ آدمی آگے بڑھا اور اُس نے کہا "بیٹا! اب تم دیر نہ کرو ورنہ تمہارے لئے یثرب سے زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔"

نعمان نے کہا "آپ کا گھوڑا تھک گیا ہوگا۔ آپ میرا تازہ دم گھوڑا لے جائیے۔"

"نہیں! یہ میرا آخری دوست ہے اور میں اسے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کروں گا ــــ" عاصم نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

باب (۱۱)

طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد عاصم ایک ٹیلے کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اچانک ٹیلے کی اوٹ سے سالم گھوڑا بھگاتا ہوا نمودار ہوا اور عاصم نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے کہا "سالم تمہیں اس طرف تنہا نہیں آنا چاہئے تھا۔ اگر قبیلہ خزرج کے آدمیوں نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

سالم نے کہا "آپ میری فکر نہ کیجئے۔ چلئے، میں آپ کو کسی محفوظ جگہ پہنچا کر، الوداع کہنا چاہتا ہوں۔"

عاصم نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور سالم اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ قریباً چار کوس سفر کرنے کے بعد وہ شام کے راستے سے ایک طرف ہٹ کر ایک اور ٹیلے کے عقب میں گھوڑوں سے اتر پڑے۔

سالم نے جلدی سے اپنی کمان اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش عاصم کو پیش کرتے ہوئے کہا "مجھے ڈر تھا کہ آپ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر اس بے سروسامانی کی حالت میں زیادہ دُور نہیں جا سکیں گے۔ اس لئے میں پانی کا مشکیزہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں لے آیا ہوں ــــ آپ میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ میں نے خرجین میں ستو، کھجوریں اور پنیر رکھ دیا ہے۔ اور جو امانت آپ سعاد کے پاس چھوڑ آئے تھے وہ بھی میں نے خرجین میں رکھ دی ہے۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا تو قبیلے کے سواروں کی ایک ٹولی ملی، یہ لوگ شام کے راستے کی ناکا بندی کے لئے جا رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ مکہ کی طرف نکل گئے ہیں اور وہ اُس طرف چلے گئے۔ قبیلے کے باقی لوگ منذر کے گھر میں جمع تھے۔ اور باری باری آپ سے انتقام لینے کا حلف اٹھا رہے تھے میں نے انہیں بھی یہی بتایا کہ آپ مکہ کی سمت بہت دُور جا چکے ہیں اور یہ سنتے ہی کئی اور سوار اُس طرف چل پڑے۔ اِس کے بعد میرے لئے سب سے بڑا

مسئلہ یہ تھا کہ آپ کو سفر کا ضروری سازوسامان مہیا کیا جائے ـــــــ میں نے اُس ٹیلے کے پیچھے خاصی دیر انتظار کیا مجھے یہ ڈر لگ رہا تھا کہ شاید آپ جا چکے ہیں۔ اب آپ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔"

عاصم نے کہا "مجھے اپنا گھوڑا چھوڑنا پسند نہیں۔ میں تمہارے گھوڑے کی زین اس پر ڈال لیتا ہوں۔"

سالم نے کہا۔ "اچھا جلدی کیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ مکہ کے راستے پر تلاش کرنے کے بعد وہ آپ کو شام کے راستے پر تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

عاصم نے جلدی سے سالم کے گھوڑے کا سازوسامان اتار کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور اس کے بعد سالم سے پوچھا "تم نے سعاد کو تمام واقعات بتا دیئے ہیں؟"

"ہاں! اُسے اب آپ کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ وہ مسعود اور جابر کے لئے روتی ہے اور آپ کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتی ہے۔"

"اور تم بھی میری سلامتی کے لئے دعائیں مانگتے ہو؟"

سالم نے جواب دینے کی بجائے عاصم کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

عاصم نے کہا "اچھا تم جاؤ اور سیدھے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں نے شمعون کے غلام کو عدی کے گھر میں جمع ہونے والوں کے سامنے پیش کرنے کے بعد، عباد کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ تمہارے ماموں جیسے لوگ میرے اِس اقدام کو بھی ایک سازش ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ ممکن ہے کہ غلام وہاں جا کر اپنے بیان سے منحرف ہو جائے اور وہ عباد کی بوٹیاں نوچنے کو تیار ہو جائیں۔"

سالم نے کہا "آپ اطمینان رکھئے۔ قبیلے کے آدمی منذر کے گھر میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور میں نوکروں کو تاکید کر آیا تھا کہ اگر عباد شمعون کے غلام کے ساتھ آئے تو وہ انہیں گھر سے باہر روک لیں اور میری واپسی تک باغ میں چھپائے رکھیں۔"

"چچا جان نے میرے متعلق پوچھا تھا؟"

"نہیں! وہ اندر پڑے ہوئے تھے۔ ان سے اب تک کسی نے لڑائی کے واقعات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اِس لئے میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ ابھی انہیں پریشان نہ کیا جائے ـــــ سعاد جو مکان سے باہر میری راہ دیکھ رہی تھی، کسی سے جابر اور مسعود کی موت کی خبر سُن چکی تھی، مجھے اُس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے تمام واقعات بتانے پڑے

میں اُس سے بھی کہہ آیا ہوں کہ وہ عباد کا خیال رکھے۔ اب آپ وقت ضائع نہ کیجئے۔"

عاصم گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو سالم نے اچانک بدحواس ہو کر کہا "ٹھہریئے! شاید کوئی آ رہا ہے۔"

عاصم کو ٹیلے کے دوسری طرف گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور وہ حیران ہو کر سالم کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔" سالم نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کی باگ عاصم کے ہاتھ میں دے دی اور بھاگتا ہوا ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ چند ثانیئے ایک پتھر کی اوٹ میں سمٹ کر وہ ٹیلے کی دوسری جانب دیکھتا رہا، پھر باگ اس کے ہاتھ سے لے کر بولا "وہ ہمارے قبیلے کے آدمی ہیں۔ شاید انہیں آپ کا سراغ مل گیا ہے۔"

"وہ کتنے ہیں ـــــ؟"

"تین ہیں۔ لیکن آپ کے لئے اُن سے الجھنا خطرناک ہوگا۔ وہ لڑنے کی بجائے واپس جا کر سارے قبیلے کو اِس طرف لے آئیں گے اور پھر شام کی حدود تک آپ کا پیچھا کریں گے۔ آپ یہیں کھڑے رہیں، میں انہیں دوسری طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

سالم، عاصم کے جواب کا انتظار کئے بغیر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور آن کی آن میں ٹیلے کے گرد نصف چکر کاٹ کر دوسری جانب پہنچ گیا۔

عاصم چند ثانیئے بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر گھوڑے کو ایک جھاڑی سے باندھ کر ٹیلے پر چڑھا اور چوٹی کے قریب لیٹ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ شام کے راستے پر تین سوار کافی دور جا چکے تھے اور سالم پوری تیز رفتاری کے ساتھ اُن کا پیچھا کر رہا تھا۔ پھر یہ سوار ایک پہاڑی کے دامن میں رک گئے اور مڑ کر سالم کی طرف دیکھنے لگے۔ سالم نے اُن کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا۔ وہ کچھ دیر کھڑے رہے اور اس کے بعد معمولی رفتار سے واپس یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ ٹیلے کے قریب سے گزر رہے تھے۔ عاصم ایک پتھر کی آڑ میں لیٹا اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔

ایک سوار کہہ رہا تھا "میرا اب بھی یہی مشورہ ہے کہ ہمیں یہیں پہرا دینا چاہیئے۔ تمہارے ابا کہتے تھے کہ وہ مکہ کے سوا کہیں نہیں جائے گا۔"

سالم کی آواز سنائی دی "میری نظر اتنی کمزور نہیں کہ میں عاصم کا گھوڑا بھی نہ پہچان سکوں۔ میں نے اُسے پہاڑی سے نکل کر اُس طرف مڑتے دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اب تک وہ جبل احمد کے عقب میں پہنچ چکا ہوگا۔"

"اگر وہ اُس طرف گیا تھا تو تم ہمارے پیچھے کیوں بھاگ رہے تھے؟"

"اُس کا تعاقب کرنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔ جب تم اُس پہاڑی کے قریب سے گزر رہے تھے تو میں نے تمہیں آوازیں دیں لیکن تم میری طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے نکل گئے۔"

"لیکن تم تنہا اس طرف کیسے آ گئے؟"

"مجھے شک ہوا تھا کہ شاید وہ مکہ کا رُخ کرنے کی بجائے کہیں آس پاس چھپ کر دن گزارنے کی کوشش کرے۔ میں بنو قریظہ کے باغوں کے قریب پہنچا تو ایک چرواہے نے مجھے بتایا کہ میں نے ابھی ایک آدمی کو باغ سے نکلتے دیکھا ہے۔ گھوڑے کا حلیہ دریافت کرنے پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ عاصم کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔"

ایک اور آواز سنائی دی "میرے خیال میں ہمیں عاصم کا پیچھا کرنے کی بجائے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو خبردار کرنا چاہیے۔ اگر شام تک اُس کا سراغ نہ ملا تو رات ہی رات میں وہ کوسوں دور نکل جائے گا۔"

عاصم اس سے زیادہ نہ سُن سکا۔ سوار آگے نکل گئے اور جب وہ اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اُس نے ٹیلے سے نیچے اتر کر اپنا گھوڑا کھولا اور اُس پر سوار ہو گیا۔

○

ایک فوری خطرہ دور ہو چکا تھا۔ اور اب وہ کسی قدر اطمینان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ لیکن اچانک اُس کے دل میں خیال آیا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور اُسے اپنی زندگی کا ہر سانس ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگا —— ماضی سے اُس کے تمام رشتے کٹ چکے تھے اور مستقبل کی تمام امیدیں خاک میں مل چکی تھیں، اپنے وطن سے آگے وہ روئے زمین کی جن وسعتوں کو سمیرا کے حسین تصورات سے آباد کیا کرتا تھا، وہ اب ایک بھیانک خلا میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ نسلی غرور اور قبائلی عصبیت ایک عرب نوجوان کی سب سے بڑی پونجی تھی۔ لیکن وہ یہ پونجی لٹا چکا تھا۔ اُسے بنو اوس کے لئے لڑنا اور مرنا سکھایا گیا تھا۔ لیکن اب وہ اُن تمام عقائد سے منہ پھیر چکا تھا جو اُسے زندگی سے زیادہ عزیز تھے۔ وہ تلوار جو اُس نے بنو خزرج سے لڑنے کے لئے خریدی تھی۔ اُس کے اپنے قبیلے کے آدمیوں کے خون سے تر ہو چکی تھی اور عرب کے قانون میں اپنے قبیلے کے کسی فرد کو موت کے گھاٹ اتارنے والے کے لئے رحم کی کوئی

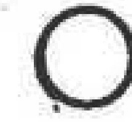
گنجائش نہ تھی۔

اُمیدوں کے وہ چراغ، جن کی روشنی میں اُس نے اپنی زندگی کی ایک نئی منزل دیکھی تھی، بجھ چکے تھے۔ سمیرا کی موت اُس کے نزدیک، مستقبل کے تمام حوصلوں، ولولوں اور اُمیدوں کی شکست تھی۔ ماضی کی روایات سے منحرف ہو کر، جو الگ راستہ اُس نے اپنے لئے تلاش کیا تھا، ایک تاریک غار کے کنارے ختم ہو چکا تھا اور اب اُس کی حالت اُس مسافر کی سی تھی جسے بددلی اور مایوسی نے ہر راستے اور ہر منزل سے بے نیاز کر دیا ہو۔ ماضی کے آغوش سے موت کے مہیب سائے اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اور اُس کے نزدیک اِس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ مستقبل اپنے دامن میں اُس کے لئے کتنی تلخیاں اور کتنی راحتیں لئے ہوئے ہے۔ تاہم زندگی کے ہر ولولے سے محروم ہونے کے باوجود اُسے اپنے قبیلے کے ہاتھوں مرنا پسند نہ تھا۔ یثرب اب اُس کے نزدیک ایک ایسا ظلمت کدہ تھا جہاں کسی روشنی کا تصور کرنا بھی ایک طرح کی خود فریبی تھی اور شام کا رُخ کرتے ہوئے عاصم کو صرف یہ تسکین تھی کہ وہ اِس ظلمت کدے سے دور جا رہا ہے —— لیکن کاش! اُسے یہ معلوم ہوتا کہ صرف چند منزل پیچھے، جبل فاران کی چوٹیوں پر آفتاب رسالت نمودار ہو چکا ہے جس کی ضیا پاشیوں سے یثرب کے در و دیوار منور ہونے والے ہیں۔ وہ جس وطن کے مستقبل سے مایوس ہو کر جا رہا ہے، اُس پر ارض و سما کی تمام نعمتوں کی بارش ہونے والی ہے۔ وہ زمین جو اُس کے لئے تنگ ہو چکی ہے، اطرافِ عالم میں امن و سکون کے جویاؤں کا مرکز بننے والی ہے۔ جہاں اُس نے شر کا غلبہ دیکھا ہے وہاں نیکی کا بول بالا ہو گا۔ جہاں اُس نے بربریت، وحشت اور انتقام کے انگارے دیکھے ہیں وہاں محبت کے پھول کھلیں گے۔

عاصم نے پیغمبرِ اسلام کے متعلق ابھی تک صرف اِس قسم کی باتیں سُنی تھیں کہ مکہ کی زمین اُس پر تنگ ہو چکی ہے۔ قریش اُسے اپنا دشمن خیال کرتے ہیں، اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں اور اُس پر ایمان لانے والے مٹھی بھر انسانوں کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں زدوکوب کیا جاتا ہے۔ قریش ایک زبردست قوت کے مالک ہیں اور مکہ میں کسی ایسے دین کی کامیابی بعید از قیاس ہے جس کی تعلیم اُن کے مروجہ عقائد کی نفی کرتی ہو۔

اگر کوئی مردِ حق آگاہ عاصم کا راستہ روک کر یہ کہتا۔ "تم کہاں جا رہے ہو؟ تم اپنے مستقبل سے مایوس کیوں ہو؟ تم اُس قافلے کا انتظار کیوں نہیں کرتے، جسے قدرت نے اس وادی میں اپنی عظمت اور جلال کے پرچم گاڑنے کے لئے منتخب کیا ہے؟ تم شام کی بجائے حجاز کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ تم جس وادی کو الوداع کہہ رہے ہو۔ وہ روئے زمین

کے تمام بے بس اور مجبور انسانوں کی امیدوں اور آرزوں کا مرکز بننے والی ہے۔ یہاں زمین کے فرش پر بیٹھنے والے مرمریں ایوانوں میں سونے والے کجکلاہوں کی قسمت کے فیصلے کیا کریں گے۔ مکہ سے وہ ہادیٔ برحق آنے والا ہے جو اوس و خزرج کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دے گا۔ تم اِس سرزمین پر نفرت اور عداوت کی بجائے اخوت اور محبت کے مظاہرے دیکھو گے۔ تمہیں زندگی کی راحتوں کی تلاش میں کسی اور جگہ جانے کی ضرورت نہیں —— تو عاصم اُسے دیوانہ خیال کرتا۔ اگر اُس وقت اچانک آسمان کے دریچے کھل جاتے۔ اور وہاں سے نازل ہونے والے فرشتے عاصم کو یہ پیغام دیتے کہ پروردگارِ عالم نے اِس زمین کے باشندوں کو اپنے اُن انعامات کے لئے منتخب کیا ہے جو روئے زمین کی کسی قوم کے حصے میں نہیں آئے تو بھی اُسے اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار نہ آتا۔



چند دن بعد ایک شام عاصم قبیلۂ غطفان کے ایک رئیس زید بن عبادہ کی بستی میں داخل ہوا۔ زید اُن تاجروں میں سے تھا جن کے ساتھ عاصم نے یروشلم سے واپسی میں سفر کیا تھا۔ عاصم کا چہرہ اِس قدر تبدیل ہو چکا تھا کہ زید پہلی نگاہ میں اُسے پہچان نہ سکا اور عاصم کو یہ کہنا پڑا۔ "میں یثرب سے آیا ہوں اور میرا نام عاصم ہے۔"

زید نے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی معاف کرنا۔ تمہاری صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آتا کہ تم وہی ہو۔"

عاصم اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔ "ایک مصیبت زدہ آدمی کی شکل تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی بستی میں ایک بے سہارا آدمی کو پناہ مل سکتی ہے؟ میں صرف چند دن کے لئے آرام کی نیند چاہتا ہوں ——"

زید نے جواب دیا۔ "میرے گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ کر تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔"

عاصم بولا۔ "میرا مقصد آپ کی مہمان نوازی کی توہین کرنا نہیں تھا۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ میرے دشمن میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ یہاں بھی پہنچ جائیں۔"

زید نے ایک نوجوان سے کہا۔ تم اس کا گھوڑا اصطبل میں لے جاؤ اور پھر عاصم سے مخاطب ہو کر بولا ——

"میرے ساتھ آؤ!"

عاصم اُس کے ہمراہ چل دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے میزبان کے ساتھ ایک پُرتکلف دسترخوان پر بیٹھا تھا۔ عاصم نے چند نوالے کھانے کے بعد اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ تو زید نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا "کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" عاصم نے جواب دیا "میرا پیٹ بھر چکا ہے۔ اور اب مجھے چند پہر صرف پُرسکون نیند کی ضرورت ہے۔"

"میں نے تمہارے آرام کے لئے ایک علیحدہ خیمے کا انتظام کر دیا ہے۔ اب اگر اسے مہمان نوازی کے آداب کے خلاف نہ سمجھو تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارا پیچھا کرنے والوں کی تعداد کیا ہے اور وہ یہاں سے کتنی دُور ہیں؟"

"ان کی پانچ ٹولیاں میرا پیچھا کر رہی ہیں۔ آخری ٹولی کو میں نے یہاں سے تین منزل کے فاصلے پر دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمام سواروں کی تعداد پچاس کے لگ بھگ ہو گی۔"

"بنو خزرج کے پچاس سوار تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور تمہارے قبیلے کا کوئی آدمی تمہاری مدد کو نہیں پہنچا؟"

"میرا پیچھا کرنے والے بنو خزرج کے آدمی نہیں بلکہ میرے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور میں راستے میں لڑنے کی بجائے اُن کی نگاہوں سے بچ کر یہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ مسلسل بے آرامی کے بعد میری آخری اُمید آپ کی بستی تھی لیکن یہاں تک پہنچنے سے قبل میرے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری تھا کہ دشمن نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ سواروں کا پہلا گروہ میں نے یثرب سے فرار ہونے کے دوسرے روز دیکھا تھا۔ پھر میں راستہ چھوڑ کر دو دن صحرا میں بھٹکتا رہا۔ تیسری شام میں بھوکا اور پیاسا بنو کلب کی ایک بستی کے قریب پہنچا تو ایک چرواہے کی زبانی معلوم ہوا کہ یثرب کے پندرہ بیس سوار بستی کے رئیس کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ رات بھی صحرا میں گزاری اور اس کے بعد تین دن اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا۔ اِس عرصہ میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ بنو کلب کے سواروں کا ایک گروہ بھی مجھے تلاش کر رہا ہے۔ ایک رات میں نے ایک بدوی کے خیمے میں پناہ لی، اُس نے میری خاصی خاطر تواضع کی لیکن جب ہم کھانا کھا کر لیٹ گئے تو وہ دبے پاؤں خیمے سے باہر نکل گیا۔ میں ابھی نیم خوابی کی حالت میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ میں پریشان ہو کر باہر نکلا تو وہ میرے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ میرے گھوڑے پر کوئی غیر سواری نہیں کر سکتا اس لئے میں ایک طرف چھپ کر اطمینان سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ بدوی مایوس ہو کر اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور ایک طرف نکل گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ مجھے تلاش کرنے والوں کے پاس جا رہا ہے۔ اس وقت میں چند گھنٹے

کی نیند کے عوض اپنا گھوڑا اور زادِ راہ بھی قربان کرنے کو تیار تھا لیکن نیند کی حالت میں قتل ہونا مجھے پسند نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ کوئی پانچ کوس چلنے کے بعد میری ہمت جواب دے گئی اور میں گھوڑے کو کھلا چھوڑ کر ریت کے ایک ٹیلے پر لیٹ گیا۔ پچھلے پہر سردی سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے آگ جلانے کی ضرورت محسوس کی لیکن ابھی میں کوئی خشک جھاڑی تلاش ہی کر رہا تھا کہ مجھے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی پھر چاند کی دھندلی روشنی میں ٹیلے سے کوئی دو سو قدم دور مجھے چند سوار دکھائی دیئے، ایک شتر سوار اُن کی راہنمائی کر رہا تھا۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ حیرانی کی بات صرف یہ تھی کہ اُس نے مجھے نیند کی حالت میں قتل کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

"اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ قتل نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ تمہیں پکڑوانے کے بعد اُسے زیادہ انعام کی توقع تھی۔ میں تمہاری تمام سرگزشت سننا چاہتا ہوں لیکن اس وقت تمہیں آرام کی ضرورت ہے میرے ساتھ آؤ۔"

عاصم اُس کے ساتھ باہر نکلا، تھوڑی دیر بعد وہ کشادہ صحن کے کونے میں ایک چھوٹے سے خیمے میں داخل ہوا۔

زید نے کہا۔"اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔ میں تمہیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر یثرب کی ساری آبادی اس طرف امڈ آئے تو بھی میرا خاندان تمہاری حفاظت کرے گا۔ مجھے بنو کلب کے متعلق بھی یہ اطمینان ہے کہ وہ یثرب کے کسی خاندان کو خوش کرنے کے لئے ہماری دشمنی مول نہیں لیں گے۔"

زید عاصم کو تسلی دینے کے بعد خیمے سے باہر نکل گیا اور عاصم کو بستر پر لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ پچھلے پہر وہ بیدار ہوا تو اُس کا گلا پیاس سے خشک ہو رہا تھا۔ اور جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں اُسے خیمے کے دروازے کے قریب ایک مٹکا دکھائی دیا اُس نے اٹھ کر پانی کے دو کٹورے پیئے اور دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن جسم کے درد اور بخار کے باعث اُسے نیند نہ آئی۔ طلوعِ سحر کے وقت وہ خیمے سے نکلا اور کچھ دیر بستی سے باہر گھومنے کے بعد واپس آ کر پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

زید خیمے کے اندر داخل ہوا اور عاصم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

زید نے کہا۔"میرا خیال تھا کہ تم ابھی تک سو رہے ہو گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔"میں کئی دن کے بعد آرام کی نیند سویا تھا لیکن عجیب بات ہے کہ آج ہی مجھے اپنی تھکاوٹ کا احساس ہوا ہے۔ میرا سارا جسم درد کر رہا ہے اور شاید بخار بھی ہے۔"

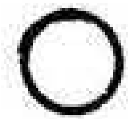
زید نے آگے بڑھ کر اُس کی نبض دیکھی اور بولا۔"میں شام کے وقت بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ تم بیمار ہو۔ لیکن دو چار دن آرام کرنے کے بعد تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

عاصم نے کہا۔"میرا خیال تھا کہ میں ایک رات آرام کرنے کے بعد سفر کے قابل ہو جاؤں گا اور آپ کو زیادہ تکلیف نہ دوں گا۔"

زید نے جواب دیا۔"عاصم! میں تمہیں عمر بھر کے لئے پناہ دے چکا ہوں۔ اور میرا سارا خاندان یہ محسوس کرتا ہے کہ ہمارے لئے یہ سودا مہنگا نہیں۔ میں بنو غطفان کے تمام رؤسا کے سامنے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ تم ہمارے قبیلے میں داخل ہو چکے ہو اور میرے خاندان سے تمہارا رشتہ خون کا رشتہ ہے۔ ہمارے پاس اہلِ یثرب کی طرح سرسبز و شاداب چراگاہیں اور باغ نہیں لیکن ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ دوسرے قبائل کے کئی پناہ گزین ہمارے قبیلے میں داخل ہو چکے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔"میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن اس وقت میرا کوئی فیصلہ ایک ایسے انسان کا فیصلہ ہو گا جو اپنے حواس کھو چکا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے چند دن سوچنے کا موقع دیں۔"

زید نے ندامت کے لہجے میں جواب دیا۔"میں نے تمہیں کسی شرط کے بغیر پناہ دی ہے لیکن مجھے یقین ہے تندرست ہونے کے بعد جب تم اپنے مستقبل کے متعلق اطمینان کے ساتھ سوچو گے تو میری مخلصانہ دعوت رد نہیں کر سکو گے۔"



پانچویں دن عاصم کا بخار اتر چکا تھا اور مزید چند دن آرام کرنے کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس عرصہ میں اُسے اپنا تعاقب کرنے والوں کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بنو کلب کا علاقہ چھاننے کے بعد بنو غطفان کے بعض رؤسا کے پاس بھی پہنچے تھے لیکن زید کے اثر و رسوخ کے باعث قبیلہ کا کوئی بااثر آدمی ان کا ساتھ دینے پر آمادہ

نہ ہوا۔ ایک دن زید کو یہ اطلاع ملی کہ پانچ سوار اُس کی بستی کا رُخ کر رہے ہیں۔ اُس نے بیس جوان اُن کا راستہ روکنے کے لئے بھیج دیئے۔ زید کے آدمیوں نے بستی سے دو کوس کے فاصلے پر اُن پر حملہ کیا اور اُن کے گھوڑے اور اسلحہ چھین کر اُنہیں واپس بھیج دیا۔ اِس کے بعد کسی اور گروہ کو زید کی بستی کا رُخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

تین ہفتے کے بعد ایک دن زید کی چھوٹی بہن کی شادی کے موقع پر قبیلے کا بڑا سردار اور دوسرے رؤسا اُس کے گھر جمع ہوئے تو اُس نے عاصم کو اُن کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "بھائیو اور بزرگو! مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ قبیلۂ اوس کے ایک معزز نوجوان نے پناہ لینے کے لئے میرا گھر منتخب کیا ہے اور میری وجہ سے بنوغطفان کے اسلحہ خانے میں ایک قیمتی تلوار کا اضافہ ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنے قبیلے میں داخل کرنے کے لئے آپ کی اجازت چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ خوشی سے مجھے اس کی اجازت دیں گے۔ عاصم کے دل میں ابھی تک یہ شبہ ہے کہ ہم شاید اُسے پناہ دے کر بنواوس کی دشمنی مول لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اور اسے مطمئن کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ سب باری باری میرے اِس اعلان کی تائید کریں کہ آج سے عاصم کے دوست ہمارے دوست اور اس کے دشمن ہمارے دشمن ہوں گے۔"

قبیلے کے بڑے سردار نے کہا۔ "میں پورے قبیلے کی طرف سے تمہارے اعلان کی تائید کرتا ہوں اور اگر یہ نوجوان ہمارے دوستوں کی خاطر جان دینے کی ہمت اور ہمارے دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حوصلہ رکھتا ہے تو میں تمہیں مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں۔"

زید نے فخر سے اپنا سر اونچا کرتے ہوئے کہا۔ "عاصم آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔" پھر وہ عاصم سے مخاطب ہو کر بولا۔ "کیوں، عاصم! تم مجھے شرمسار تو نہیں کرو گے؟" لیکن عاصم نے جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا۔

زید نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "عاصم میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں، اب یہ حضرات تمہاری زبان سے یہ سننا چاہتے ہیں کہ آج کے بعد بنوغطفان کے دوستوں کے سوا تمہارا کوئی دوست نہ ہو گا۔ تم خاموش کیوں ہو؟"

حاضرین کی نگاہیں عاصم کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں، اُس نے گردن اٹھائی اور مغموم لہجے میں کہا۔ "میں آپ کا احسان مند ہوں اور احسان مندی کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے کوئی ایسا وعدہ نہ کروں جسے نبھانا میری ہمت سے بعید ہو۔ یثرب میں اپنے متعلق میں یہ تاثر چھوڑ کر آیا ہوں کہ قدرت نے مجھے دوست اور دشمن کے درمیان امتیاز

کرنے والی نگاہ سے محروم کر دیا ہے۔ وہاں میں نے جن لوگوں کی حمایت میں تلوار اٹھائی تھی وہ میرے دوست نہ تھے، بلکہ اُس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس نے میرے باپ، میرے بھائیوں اور میرے عزیزوں کو قتل کیا تھا اور میں نے جن جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا وہ میرے دشمن نہ تھے بلکہ میرے اپنے خاندان کے آدمی تھے۔ کل تک میں ایک خاندان اور ایک قبیلے کا فرد تھا اور میری دنیا دوستوں اور دشمنوں سے آباد تھی۔ لیکن آج میری دنیا دوستی اور دشمنی کے جذبات سے خالی ہے۔ میں اپنے اسلاف کے راستے سے بھٹک کر ایک ایسے صحرا کی طرف نکل گیا تھا جہاں میرے لئے ویرانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اپنی بے بسی اور مایوسی کے باوجود صرف ایک گمنام زندگی کی خواہش مجھے زید کے دروازے تک لے آئی تھی۔ ورنہ میں اس عزت افزائی کا مستحق نہ تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایک ایسے محسن کو مایوس کر رہا ہوں، جس نے مجھے زندہ رہنے کے لئے سہارا دیا ہے۔ لیکن اب میں یہ عہد کر چکا ہوں کہ زندگی بھر کسی انسان پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ عرب میں اس قسم کا اعلان کرنے والے کو پاگل سمجھا جائے گا۔ لیکن جس شخص نے اپنے خرمن کو اپنے ہاتھ سے آگ لگائی ہو وہ ایک پاگل کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ آپ اِس بات پر تعجب کریں گے کہ میں اپنے کئے پر پشیمان نہیں ہوں بلکہ یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر میری زندگی میں دوبارہ ایسے حالات پیش آئیں تو بھی میرا طرزِ عمل وہی ہو گا جس کے نتیجے میں میری دنیا دوستی اور دشمنی کے متعلق اپنے خاندان اور اپنے قبیلے کے دیرینہ تصورات سے خالی ہو چکی ہے۔"

عاصم یہاں پہنچ کر رُک گیا پھر اُس نے اپنی تلوار کا تسمہ کھولا اور اُسے زید کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "انسانی خون کے لئے میری پیاس بجھ چکی ہے۔ مجھے اب اِس تلوار کی ضرورت نہیں، لیجئے! اور اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس محفل میں شرمسار کیا ہے تو میری گردن حاضر ہے۔"

زید نے عاصم کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ عاصم نے دو زانو ہو کر گردن جھکا دی۔ زید نے تلوار کے دستے پر ہاتھ ڈالا لیکن نیام سے آدھی تلوار کھینچنے کے بعد اُس کا ہاتھ رُک گیا، اُس نے بے بسی کی حالت میں قبیلے کے سردار کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں اس پاگل کو پناہ دے چکا ہوں۔"

ایک اور آدمی بولا۔ "لیکن ابھی تم یہ کہہ رہے تھے کہ اسے اپنے گھر میں پناہ دینا تمہاری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "زید اِسے پاگل کہہ کر اپنی خفت مٹا سکتا ہے لیکن اس نے ہماری دوستی کا ہاتھ جھٹک کر پورے قبیلے کی توہین کی ہے۔ اس کی کم از کم سزا یہی ہے کہ اِسے بنواوس کے پاس واپس بھیج دیا جائے۔"

بوڑھے سردار نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔"نہیں نہیں اگر زید ایک پاگل آدمی کو پناہ دے چکا ہے تو ہم اس کے ساتھ بدعہدی نہیں کر سکتے۔ ہماری حدود میں اس کا بال بیکا نہیں ہونا چاہیئے۔"

"اور ہماری حدود سے باہر؟" ایک نوجوان نے پوچھا۔

سردار نے جواب دیا۔"حدود سے باہر زید کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔"

زید نے عاصم کو اُس کی تلوار واپس دیتے ہوئے کہا۔"یہ لو مجھے ایک بزدل آدمی کی تلوار کی ضرورت نہیں۔"

عاصم نے پہلی بار اپنی مردہ رگوں میں خون کی حرارت محسوس کی لیکن یہ کیفیت ایک ثانیئے سے زیادہ نہ رہی اُس نے اپنی تلوار لے کر نیام سے نکالی اُس کی نوک زمین پر رکھ کر درمیانی حصہ پر پاؤں کا دباؤ ڈالا اور دیکھتے دیکھتے اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اِس کے بعد دستے والا حصہ ایک طرف پھینک کر مڑا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہؤا اصطبل کی طرف چل دیا۔

حاضرین کچھ دیر دم بخود، ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر قبیلے کے بڑے سردار نے کہا۔"یہ دیوانہ کوئی بہت بڑا صدمہ اٹھا چکا ہے، اسے جانے دو ــــ اور بنو اوس کو یہ پیغام بھیج دو کہ تمہارا مجرم ہماری پناہ سے نکل چکا ہے۔"

زید نے کہا۔"اگر یہ بذاتِ خود یثرب کی طرف نہ چلا گیا تو بنو اوس اسے نہیں پکڑ سکیں گے۔"

دولہا کا باپ جواب تک خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ زید سے مخاطب ہو کر بولا۔"زید، یہ خوشی کا دن ہے ہمیں ایک دیوانے کو معاف کر دینا چاہیئے۔ میں قبیلے کے تمام لوگوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اِس کا پیچھا نہ کریں۔"

ایک نوجوان نے احتجاج کیا۔"لیکن ہمارے لئے یہ پابندی صرف اپنے علاقے کی حدود تک رہنی چاہیئے۔ اس کا گھوڑا بہت قیمتی ہے اور اس کی جیب بھی خالی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا، تو اس کا سامان راستے میں کسی اور کے کام آئے گا۔"

بوڑھے سردار نے کہا۔"اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ دیوانہ ہے اور ایک دیوانے کو لوٹ لینا میرے قبیلے کے کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا۔ یہ کام ہمیں اُن حقیر لوگوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے جو صرف مُردوں کا لباس اتارنا جانتے ہیں۔"

باہر عاصم کے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد زید کا ایک نوکر آیا اور اُس نے کہا۔"وہ پاگل اپنا ترکش اور کمان بھی وہیں پھینک گیا ہے۔"